ہفت روزہ

خدام الدین

لاہور

بیاد

شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی

شیرانوالہ دروازہ لاہور

۱۰ر ذی الحجہ ۱۴۰۴ھ

۷ر ستمبر ۱۹۸۴ء

یکے از مطبوعات انجمن خدام الدین ○ لاہور

احادیث الرسول صلی اللہ علیہ وسلم

عن ابی عبد ربہ قَالَ سَمِعْتُ مُعَاوِیَۃَ بْنَ ابی سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہما یَقُوْلُ عَلیٰ ھٰذَا الْمِنْبَرِ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و اصحابہ وسلم یَقُوْلُ اِنَّ مَا بَقِیَ مِنَ الدُّنْیَا بَلَاءٌ وَّ فِتْنَۃٌ وَ اِنَّمَا مَثَلُ عَمَلِ اَحَدِکُمْ کَمَثَلِ الْوِعَاءِ اِذَا طَابَ اَعْلَاہُ طَابَ اَسْفَلُہٗ وَ اِذَا خَبُثَ اَعْلَاہُ خَبُثَ اَسْفَلُہٗ۔ (کتاب الزہد والرقائق لابن المبارکؒ ص۲۱۱)

ترجمہ: حضرت ابو عبد ربہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ مَیں نے حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے سنا آپ اس منبر پر ارشاد فرماتے تھے کہ مَیں نے حضرت نبی کریم رحمۃ للعالمین فخرِ موجودات، شافع روزِ محشر، قائد انسانیت اور امام ھدیٰ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و اصحابہ وسلم سے سنا آپ فرماتے تھے کہ دنیا سے جو باقی رہ جاتا ہے وہ سراسر مصیبت اور آزمائش ہے۔ اور تم میں سے ہر شخص کے عمل کی مثال ایسی ہے جیسے برتن۔ جب اس کا اوپر کا حصّہ پاک و طیّب ہوتا ہے تو نچلا حصّہ بھی ایسا ہی ہوتا ہے اور جب اعلیٰ حصّہ ناپاک ہوتا ہے تو نچلے حصّہ کی بھی وہی حیثیت ہوتی ہے۔

اس حدیث میں دو باتوں کا ذکر ہے ایک تو اس دنیوی مال کا جو انسان چھوڑ مرے۔ اسے نبی کریم علیہ السلام نے بلاء اور فتنہ سے تعبیر فرمایا ہے اور دوسرے انسانی اعمال کو برتن سے تشبیہ دی گئی ہے۔

جہاں تک دنیوی مال کا تعلق ہے اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ سراسر آزمائش اور فتنہ کا باعث ہے قرآن عزیز نے واضح کیا ہے۔ اِنَّمَا اَمْوَالُکُمْ وَ اَوْلَادُکُمْ فِتْنَۃٌ — یہ آیت سورۃ انفال اور سورۃ تغابن میں موجود ہے اور اس میں بڑی وضاحت سے مال اور اولاد کو فتنہ سے تعبیر کیا گیا ہے — ہاں انسان مال کے حصول میں دیانت داری اور صحیح ذرائع کو اپنائے اور اللہ تعالیٰ کی مرضی و مشیت کے مطابق اسے خرچ کرے تو ایسا مال یقیناً "اللہ کے فضل" میں شمار ہوتا ہے اور خیر و برکت کا باعث ہوتا ہے لیکن اگر حصولِ دولت کے ذرائع غلط اور اس کا مصرف بھی غلط ہو تو ایسی دولت قرآن و سنت کی روشنی میں انسان کے زوال و ادبار اور دنیا و آخرت میں اس کی تباہی و بربادی کا باعث ہوتا ہے — رہ گیا یہ قصہ کہ آدمی مر گیا اور دولت چھوڑ گیا۔ تو یہاں اس کو بطور خاص فتنہ اور آزمائش کہا گیا ہے۔ اور آج کے دَور میں کم از کم اس کو سمجھنا کچھ مشکل نہیں۔ انسان اپنی زندگی میں اولاد کی صحیح تعلیم و تربیت کی طرف توجہ نہیں دیتا جس سے وہ اولاد معاشرہ کے لئے ناسور بن کر رہ جاتی ہے۔ وہ معاشرے میں فساد پھیلاتی، گڑبڑ کرتی اور اپنے بڑوں کا نام بھی رسوا کرتی ہے۔ سرورِ کائنات علیہ السلام نے واضح طور پر فرمایا ہے کہ انسان کے مرنے کے بعد جو چیزیں اس کے لئے خیر کا ذریعہ بنتی ہیں ان میں اس کی ایک صالح اولاد بھی ہے جو مرنے کے بعد اس کے لئے دعا کرتی ہے۔

نقطۂ نظر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ہفت روزہ خدام الدین لاہور

جلد ۳۰ شمارہ ۹/۱۰

رئیس الادارہ
حضرت مولانا عبید اللہ انور مدظلہٗ

مجلس ادارت
مولانا محمد اجمل قادری
عبدالرشید انصاری
ظہیر میر ایڈووکیٹ
انتظار حسین اسعد قادری

فی کاپی: -/۲ روپے

پاکستان میں بذریعہ ڈاک
سالانہ ۵۲ شمارے -/۸۰ روپے
ششماہی ۲۶ شمارے -/۴۵ روپے

قادیانیوں کی جارحانہ وارداتیں

...... اور اب مولانا منظور چنیوٹی کے بیٹے کا اغوا

ہم اس سے قبل ان کالموں میں قادیانی گروہ کے جارحانہ عزائم اور سرگرمیوں کے بارے میں اظہارِ خیال کر چکے ہیں اور حکومت اور قومی حلقوں کو اس طرف توجہ دلا چکے ہیں کہ قادیانی گروہ جو ایک فاشسٹ اور جارح گروہ ہے تحریک ختم نبوت اور موجودہ حکومت کے اقدامات کے ردِ عمل میں بوکھلاہٹ کا شکار ہو گیا اور اب جارحیت کے راستہ پر گامزن ہو کر ملک میں امن عامہ کی صورت حال کو خراب کرنے میں مصروف ہے۔

مولانا اسلم قریشی کے اغوا کے بعد مولانا اللہ یار راشد کے اغوا اور قاتلانہ حملہ، ساہیوال اور جھنگ میں چند مسلمانوں کی شہادت، سیالکوٹ اور سرگودھا میں مجلس عمل کے راہ نماؤں پر حملے اور اب مولانا منظور احمد چنیوٹی کے فرزند کے شبہ میں ایک نوجوان کے اغوا کی واردات کے بعد اب ان حلقوں کے لئے بھی شک و شبہ کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہنی چاہئے جو اس بارے میں ابھی تک تذبذب میں ہیں۔

مبینہ طور پر مولانا منظور احمد چنیوٹی کے رفیقِ سفر صوفی احمد علی کے فرزند محمد رمضان کو جامعہ عربیہ کے قریب کچھ لوگوں نے رومال سونگھا کر اغوا کیا اور ایک بند کمرہ میں لے جا کر یہ کہہ کر تشدد کیا کہ تم مولانا منظور احمد چنیوٹی کے فرزند ہو لیکن محمد رمضان کی طرف سے یہ یقین دلانے پر کہ مَیں مولانا منظور احمد چنیوٹی

ناشر: مولانا عبید اللہ انور • مقام: اندرون شیرانوالہ گیٹ لاہور • مطبع: شرکت پرنٹنگ پریس لاہور

کا لڑکا نہیں ہوں اسے قتل کی دھمکی دیتے ہوئے کہا کہ اگر تم قادیانیت قبول کر لو یا مولانا منظور احمد چنیوٹی کو قتل کرنے کی حامی بھر دو تو تمہاری جان بخشی کر دی جائے گی اور چار لاکھ روپیہ انعام بھی دیا جائے گا۔

بعد میں یہ نوجوان کسی طریقہ سے وہاں سے جان بچا کر نکلنے میں کامیاب ہو گیا اور ساری داستان مولانا چنیوٹی کو سنائی اور پولیس میں اس کی رپورٹ درج کرا دی گئی مگر ابھی تک اس سلسلہ میں کوئی گرفتاری عمل میں نہیں آئی۔

ہمارے نزدیک قادیانیوں کی یہ واردات بھی اس مہم کا حصّہ ہے جو پاکستان میں قادیانی اور کمیونسٹ حلقے سوچی سمجھی سکیم کے تحت جاری رکھے ہوئے ہیں کیونکہ ان دونوں طبقوں کا مفاد اس میں ہے کہ ملک میں امن و امان کی صورت حال کو اس حد تک خراب کر دیا جائے تاکہ بیرونی مداخلت کاروں کی مداخلت کی راہ ہموار ہو سکے اور دونوں گروہ ایک عرصہ سے انہی لائنوں پر کام کر رہے ہیں۔

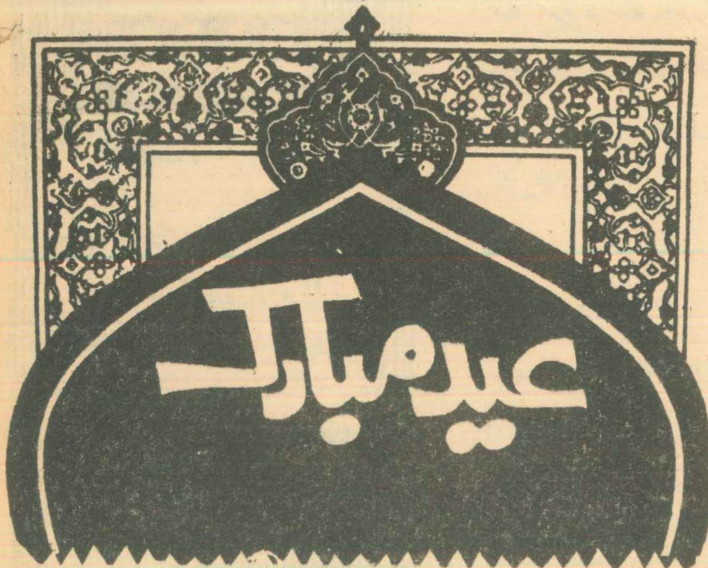
مرکزی مجلس عمل تحفظ ختم نبوت کے قائدین اور تحریک ختم نبوت کے کارکن اس سلسلہ میں صبر و تحمل اور بردباری کا جو مظاہرہ کر رہے ہیں وہ ان کی حب الوطنی اور ملکی سالمیت کے تقاضوں سے آگاہی کا مظاہرہ ہے لیکن بدقسمتی سے قادیانی گروہ اور قانون کے نفاذ کے اداروں کے ہاں اسے کمزوری پر محمول کیا جا رہا ہے جس کا تسلسل کسی صورت بھی ملک و قوم کے مفاد میں نہیں ہوگا اس لئے ہم حکومت کے ذمہ دار حضرات سے گذارش کریں گے کہ وہ اس صورت حال کا سنجیدگی کے ساتھ نوٹس لے اور ان واقعات کے ردِّ عمل کا انتظار کرنے اور حالات کے سنگین خرابی کے رُخ پر جانے سے پہلے ہی قادیانی گروہ کی جارحیت کے سدِّباب کا راستہ اختیار کیا جائے ورنہ اس کا ردِ عمل جس صورت میں سامنے آ سکتا ہے اسے روکنا خود حکومت کے لئے بھی ممکن نہیں ہوگا۔

ہم حکومت سے یہ مطالبہ کرتے ہیں کہ محمد رمضان مذکور کے اغوا اور تشدد اور مولانا چنیوٹی کے قتل کی ترغیب کے اس واقعہ کے ملزموں کو بلا تاخیر گرفتار کیا جائے اور قادیانی گروہ کی جارحانہ سرگرمیوں کی روک تھام کے لئے اعلیٰ سطح پر مؤثر اقدامات کئے جائیں۔

ضروری اعلان

عیدالاضحےٰ کی تعطیلات کی وجہ سے ۱۴ ستمبر کا شمارہ شائع نہیں ہوگا — قارئین کرام اور ایجنٹ حضرات متوجہ رہیں۔ (ادارہ)

قارئین خدام الدین کو



ہو،

مجلس ذکر، شیرانوالہ دروازہ لاہور — منعقدہ ۲۳ اگست ۱۹۸۴ء

عارفین و کاملین کی یادیں اور نصیحت آموز باتیں

ارشاداتِ عالیہ: جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا عبیداللہ انور صاحب دامت برکاتہم
ترتیب و تحریر: محمد عثمان غنی بی اے واہ کینٹ (حال وارد مرکزِ رشد و ہدایت جامع مسجد شیرانوالہ، لاہور)

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفٰى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى: اَمَّا بَعْدُ: فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ:- كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ۔ (آل عمران ۱۱۰)

ترجمہ: تم ہو بہتر سب امتوں میں سے جو بھیجی گئی عالم میں، حکم کرتے ہو اچھے کاموں کا اور منع کرتے ہو بُرے کاموں سے۔

تارکینِ صلوٰۃ کی سزا

معزّز حاضرین و محترم خواتین! اللہ تعالےٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس نے اپنے شاہی دربار میں ہم سب کو اپنا نام سننے کے لئے جمع فرمایا ہے۔ پاکستان کو معرضِ وجود میں آئے ہوئے ۳۷ سال کا طویل عرصہ گذر چکا ہے مگر جس نعرۂ مستانہ پر یہ ملک دنیا کے نقشہ پر اُبھرا تھا یعنی "پاکستان کا مطلب کیا؟ لا الٰہ الا اللہ اور خون سے لیں گے پاکستان، لے کے رہیں گے پاکستان، دینا پڑے گا پاکستان — اس مقصد کو عملی جامہ پہنانے کے لئے ہنوز دلّی دور است' ہنوز روزِ اوّل است کا معاملہ ہمارے سامنے ہے۔ موجودہ حکمرانوں نے اسلام کے نفاذ کا عمل بہت سست رفتار سے جاری کر رکھا ہے۔ حال ہی میں نظام ترغیب کی سطح پر جاری کیا گیا ہے۔ باقی تین ائمۂ کرام تو نماز ترک کرنے والے کے لئے قتل کا فتویٰ دیتے ہیں لیکن ہمارے امام امامِ اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تارکِ صلوٰۃ کو قید کر دینا چاہئے تا آنکہ وہ پابندیٔ صلوٰۃ کا خوگر ہو جائے۔ حکومت کا یہ فرض ہے کہ اقامت صلوٰۃ کے نظام کو سختی سے نافذ کرے۔ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ سات سال کے بچے کو نماز کا عادی بناؤ اور دس سال کا ہو کر نہ پڑھے تو مار کر پڑھاؤ۔ یہاں مساجد ماتم کناں ہیں کہ نمازی نہیں آتے۔

جنّتیوں کی پہچان

ہماری والدہ مرحومہ بہت سادہ تھیں۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے ... اور میاں قائم دین دونوں ہی سادہ مگر جنّتی ہیں کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ اَهْلُ الْجَنَّةِ بُلْهٌ (جنّتی لوگ سادے ہوتے ہیں) حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا جب تمہاری والدہ سے میری شادی ہوئی تو میرے پاس نہ کھانے کے لئے کوئی برتن تھا نہ سونے کے لئے چارپائی۔ میرے پاس ٹوپی دھو کر ڈالنے کے لئے ایک لوہے کا کٹورہ نما سانچہ تھا۔ اس میں ایک پیسے کا سالن لے آتا جس سے وہ کھانا کھا لیتیں۔ اور سونے کے لئے چارپائی بھی کرایہ پر لاتا۔ ایک مرتبہ مجھ سے پوچھنے لگیں کہ آپ کا ذریعہ معاش کیا ہے؟ میں نے جواب دیا۔ کہ

گندم بوتا ہے گندم حاصل کرنے کے لئے مگر بیلوں کے لئے اللہ تعالیٰ توڑی (بھوسہ) از خود عطا فرما دیتے ہیں۔ حالانکہ زمیندار کی غرض محض حصول گندم ہوتی ہے۔ اسی طرح ہمارا معاملہ ہے ہم اللہ کے دین کے لئے دن رات مصروف رہتے ہیں اور وہ مالک ہماری ضروریات خود پوری کر دیتا ہے کبھی اس نے محروم نہیں فرمایا۔ بار بار حج وعمرہ کی مع اہل و عیال توفیق عطا فرمائی اور بذریعہ ہوائی جہاز، جو بڑے بڑے سرمایہ داروں کو بھی حاصل نہیں۔

میاں قائم دین کے واقعات

۱۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے۔ موجودہ مسجد شیرانوالہ ایک معمولی سے چبوترہ کی شکل میں تھی جو پولیس والوں نے نماز کے لئے بنا رکھا تھا۔ اس وقت میاں قائم دین کی عمر سات سال تھی۔ وہ گھاس کھود کر گھوڑے والوں کو بیچتا اور جو بچ رہتی وہ شام کو مسجد میں لے آتا۔ اس کے تنکے ادھر ادھر بکھر جاتے تو مسجد میں پھیل جاتے۔ میں نے اس سے پوچھا تم کون ہو؟ اور کیا کرتے ہو؟ کہنے لگا میں سیالکوٹ کے علاقے کا ہوں۔ گھر والوں نے نکال دیا ہے اور گھاس کھود کر بیچتا ہوں تاکہ پیٹ پال سکوں۔ حضرتؒ نے فرمایا تم یہاں گھاس نہ لایا کرو۔ بس اللہ اللہ کیا کرو کھانے کا بندوبست ہمارے ہاں ہوگا۔ چنانچہ حضرتؒ نے زندگی بھر میاں قائم دین کو گھر سے کھانا بھجوایا جو بعد میں ہم نے بھی جاری رکھا۔

۲۔ میاں قائم دین کافی بوڑھا ہو گیا تھا۔ اور سارا قرآن اس نے حضرتؒ سے باترجمہ پڑھ کر یاد کر لیا۔ پنجابی میں آیات کا ترجمہ کرتا اور احادیث بھی اس کو اکثر ازبر تھیں۔ عورتیں عموماً اسے بلا کر لے جاتیں اور وعظ سنانے کو کہتیں اور کھانے کھلاتیں۔ حضرتؒ رحمۃ اللہ علیہ سے ایک دن کہنے لگا مجھے ایک مسئلہ بتائیں۔ حضرتؒ نے فرمایا پوچھو۔ کہنے لگا آپ جنت والوں کا ذکر اکثر فرماتے ہیں یہ تو بتائیں کہ وہاں تہبند باندھ کر داخل ہوں گے یا پاجامہ؟ حضرتؒ نے فرمایا۔ کتنا سادہ آدمی ہے۔ اس سے فرمایا تم دونوں ساتھ لے جانا جس کی وہاں ضرورت پڑی پہن کر داخل ہو جانا۔

۳۔ حضرت مولانا حبیب اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے میاں قائم دین کی بڑی دوستی تھی۔ ایک دفعہ ان کو اس نے خط لکھا کہ خود تو حرمین شریف میں جا بسے ہو مجھے بھی حج کراؤ۔ مولانا حبیب اللہ نے خط کا جواب بھجوایا اور ساتھ ایک چونی ارسال فرمائی کہ باقی رقم اپنے پاس سے ڈال کر آ جاؤ۔ یہ بات چوہدری عبدالرحمن صاحب مرحوم نے خدام الدین میں شائع کر دی۔ اللہ کی قدرت کراچی میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے ایک سچے عاشق اور عارفِ کامل حاجی محمد یوسف صاحب رہتے ہیں جو دن رات ذکرِ الٰہی میں محو رہتے ہیں۔ ان کی گاڑیاں کراچی میں چلتی ہیں جو وہ رات کو خود ٹھیک کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو بڑی فراوانی عطا فرما رکھی ہے۔ کبھی کراچی جانا ہو تو ان کی زیارت کریں۔ وہ مسجد خدام الدین پیلی چونگی ناظم آباد میں ہر جمعرات کو ذکر بھی کراتے ہیں۔ انہوں نے جب یہ بات خدام الدین میں پڑھی تو سیدھے لاہور آئے۔ چند ایام کے اندر اندر میاں قائم دین کا پاسپورٹ بنوایا اور بذریعہ ہوائی جہاز اسے حج کرانے لے گئے۔ جگہ جگہ میاں قائم دین ناراض ہو جاتا تو حاجی صاحب منت خوشامد کر کے اسے پھر راضی کر لیتے۔ کبھی وہ منیٰ میں ناراض ہو جاتا کبھی عرفات میں۔ اور حاجی صاحب بے چارے اس کی خدمت ہی کرتے اور دعائیں کرتے کہ اللہ کرے یہ خیریت

واپس لاہور پہنچ جائے۔ چنانچہ اس کو حج اس شاہانہ طریقہ سے نصیب ہوا

۴۔ میاں قائم دین نے حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے دو دعائیں کرائی تھیں ایک حج کے لئے اور دوسری اپنی شادی کے لئے۔ پہلی دعا تو حاجی یوسف صاحب کے ذریعہ پوری ہوئی۔ اب دوسری دعا کی قبولیت کا عجیب واقعہ پیش آیا۔ میاں قائم دین کا ایک بھائی فوت ہو گیا تو اس کے رشتہ داروں نے سوچا کہ بیوہ کا نکاح میاں قائم دین سے کر دو تاکہ مرحوم کی ساری جائیداد گھر ہی میں رہے۔ چنانچہ جنہوں نے اس بے چارے کو سات سال کی عمر میں گھر سے نکالا تھا آج ستر سال کی عمر میں خوشامدیں کر کے دولہا بنا کر لے گئے اور شادی بھی ہو گئی۔ جامع مسجد شیرانوالہ میں اس کے پاس صرف ایک الماری تھی اس میں بے چارا اپنی بیوی کو کہاں رکھتا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے رہائش کا بھی انتظام فرما دیا۔ آخری عمر میں اس کو اولاد کی بھی تمنا تھی۔ سب نے کہا اس کی بھی دعا حضرتؒ سے کروائی ہوتی تو یہ بھی پوری ہو جاتی۔ مگر تم نے چونکہ دو ہی دعائیں کروائی تھیں وہ اللہ نے پوری کر دیں اب تیسری کی قبولیت مشکل ہے۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا توکل

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا معمول تھا کہ جب بھی حج و عمرہ کے لئے تشریف لے جاتے تو واپسی پر جیبیں خالی کر کے آتے۔ فرماتے میں یہاں تجارت کی غرض سے نہیں آتا اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے آتا ہوں۔ اس لئے کوئی دمڑی پائی واپس لے کر نہیں جاؤں گا۔ مگر خدا کی قدرت جب کراچی پہنچتے تو پھر جیبیں روپوں سے بھری ہوتیں۔

حضرت امروٹیؒ کا توکل

ہمارے دادا پیر حضرت امروٹی رحمۃ اللہ علیہ اپنے فقراء سے فرمایا کرتے تھے کہ رات کو گھڑے بھی خالی کر کے الٹے رکھ دو اللہ تعالیٰ کل نیا دن نکالیں گے تو نیا پانی ڈال دینا۔ چنانچہ ان کو بھی اللہ تعالیٰ اپنے خزانۂ غیب سے بے حد اور بے شمار عطا فرماتے۔

حضرت رائے پوریؒ کا توکل

حضرت رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ رات کو سونے سے پہلے تمام جیبیں خالی کر کے سوتے۔ جو کچھ ہوتا خدام اور فقراء میں تقسیم فرما دیتے۔ اگلی صبح کو اللہ تعالیٰ پھر بے شمار عطا فرما دیتے تھے۔

حضرت مدنیؒ کی عادت مبارکہ

حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کا دسترخوان بڑا وسیع تھا۔ آپ مہمانوں کی خاطر و مدارات کے لئے قرض تک لے لیتے اور اللہ کی قدرت کہ وہ ادا بھی ہو جاتا۔ یہی وصیت آپؒ نے اپنے صاحبزادہ محترم مولانا محمد اسعد مدنی کو فرمائی۔ چنانچہ وہ بھی آج تک اسی معمول کو بہ احسن طریق نباہ رہے ہیں۔

توبہ کی اہمیت

جو لوگ اللہ تعالیٰ کے دربار میں آ کر اہل اللہ کے دستِ حق پرست پر توبہ کرتے ہیں ان کے پہلے سب گناہ معاف ہو جاتے ہیں اور آئندہ کے لئے نیکی تقویٰ اور پرہیزگاری کی زندگی نصیب ہو جاتی ہے۔ دل ذکر الٰہی سے منور ہو جاتا ہے۔ جس طرح پاک چیز پاک ظرف میں ڈالی جاتی ہے اسی طرح دل کو صاف و شفاف کرنے کے لئے ذکر صیقل کا کام دیتا ہے پھر یہ ہوتے ہوتے ایسا صاف و شفاف آئینہ کی طرح ہو جاتا ہے جو انوار الٰہی کا مرکز بن جاتا ہے۔ جیسے مانجھ کر برتن کو صاف کر دیں تو اس میں عکس نظر آنے لگتا ہے بعینہٖ دل کے آئینہ میں عالم بالا سے خبریں آنے لگتی ہیں۔

جنّ بھی مجلسِ ذکر میں آتے ہیں

عارفین کا یہ مشاہدہ ہے کہ اللہ تعالےٰ کی نیک مخلوق انسانوں میں بھی ہے اور جنّوں میں بھی ہے چنانچہ انہوں نے رائے ونڈ کے اجتماع میں ایک صحابی جنّ کی زیارت کی اور ان سے بات چیت بھی کی۔ پھر انہوں نے مجھ سے فرمایا کہ جب ہم جامع مسجد شیرانوالہ میں آئے تو ان کو یہاں بھی موجود پایا۔ انہوں نے یہاں تک فرمایا۔ کہ اس پاکیزہ مجلس میں چونکہ اللہ تعالےٰ کا نام بلند ہوتا ہے۔ اس لئے اس میں ہر جمعرات کو انسانوں سے زیادہ نیک خو جنّ آتے ہیں اور ذکر اللہ میں شرکت کرتے ہیں۔

ایک عجیب واقعہ

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو وجع المفاصل کی تکلیف تھی۔ اُن کے علاج کے لئے انڈوں کا تیل بڑی محنت سے تیار کیا گیا مگر جب حج پر ایک مرتبہ تشریف لے گئے تو تیل کی بوتل لاہور ہی میں رہ گئی۔ جب مکّہ معظمہ پہنچ کر تکلیف ہوئی تو والدہ مرحومہ نے مجھ سے فرمایا کہ اب کیا ہو؟ میں بھی بہت پریشان تھا کہ اب انڈوں کا تیل بنانا یہاں پر تو آسان نہیں ہے۔ اماں جان مرحومہ نے سورۃ والضحیٰ پڑھنا شروع کر دی۔ وہ اس کی بہت بڑی عاملہ تھیں۔ اپنی ہر ضرورت اسی کے ذریعہ پوری کر لیتیں۔ اللہ کی شان تھوڑی دیر ہی گذری تو لاہور والی بوتل سامنے میری کھوپی کے قریب میز پر پڑی تھی۔ والدہ مرحومہ نے فرمایا یہ تمہارے والد بزرگوار کے کسی شاگردِ جنّ کا کام ہے جو اتنی جلدی وہی بوتل یہاں لے آیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے ہمیں بہت بڑی مصیبت سے بچا لیا ہے۔

کانٹا بدلنے کی دیر ہے

حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے۔ ایک گنہ گار شخص کی زندگی کی گاڑی دوزخ کی پٹڑی پر سرپٹ دوڑی جا رہی ہے۔ اگر کسی اللہ والے نے کانٹا بدل دیا تو پھر وہی گاڑی دوسری لائن یعنی جنّت کی پٹڑی پر اسی رفتار سے چل پڑتی ہے بس کانٹا بدلنے کی دیر ہے۔

میرا اپنا عجیب واقعہ

چند سال قبل سفر حج پر جانے کے لئے کراچی کے رانا بشیر صاحب نے بہت زور لگایا مگر میری مصروفیات مجلس ذکر، خطبہ جمعہ وغیرہ مانع ہوئیں اور میں ایک ماہ کا وقت نہ نکال سکا۔ چنانچہ کراچی سے گھر واپس آ گیا۔ چند دنوں بعد گوجرانوالہ کے نیک شخص میاں رحمت صاحب نے فی الفور بندوبست کر کے حج کی تیاری کر لی۔ اور بھی کافی احباب ساتھ تھے۔ جب میں حرمین الشریفین میں پہنچا تو حاجی رانا بشیر صاحب وہاں موجود تھے اور کہنے لگے میں رو رو کر دعائیں کرتا تھا کہ آپ آ جائیں۔ چنانچہ اللہ نے آپ کو پہنچا دیا۔ مجھے محسوس ہونے لگا کہ میاں رحمت صاحب اتنا خرچ کر رہے ہیں۔ کاش کہ میرے پاس کچھ ہوتا تو حصہ بانٹ دیتا۔ کیا دیکھتا ہوں۔ کہ ایک صاحب تشریف لا کر فرمانے لگے کہ آپ کے نام تیس ہزار روپے کا ڈرافٹ کسی غیر ملک سے آیا ہے اس پر دستخط فرما دیں تو میں رقم نکلوا لاتا ہوں۔ چنانچہ اللہ تعالےٰ کی اس غیبی عطا پر میں حیران رہ گیا۔ اس رقم کا کافی حصّہ میں نے میاں رحمت صاحب کو دیا۔ اور دوسرے احباب کو بھی دیا۔ ع

خدا خود میرِ ساماں است اربابِ توکّل را

بے حجابی اور عریانی

جب میں کراچی میں بزنس کرتا تھا تو ایک روز چند خواتین وہاں آئیں۔ بالکل بے حجاب اور عریاں۔ بال کٹے ہوئے اور فیشن اس قدر کہ اللہ کی پناہ۔ دوسرے احباب نے مجھ سے کہا ان خواتین کو جانتے ہو کون ہیں؟ میں نے کہا۔ مجھے کیا معلوم، نہ ہی میں نے ان کو دیکھا ہے۔ کہنے لگے یہ ہندوستان کے فلاں علمی گھرانے کی صاحبزادیاں ہیں۔ میں انگشت بدنداں کھڑا رہ گیا۔ نام لینے کی ضرورت نہیں ہے صرف اصلاح کی غرض سے کہہ رہا ہوں۔

عشقِ رسولؐ کی تڑپ کا عجیب واقعہ

غلام رسول نامی ایک بزرگ اب بھی مدینہ منوّرہ میں مسجد نبوی کے باب مجیدیہ کے بوّاب ہیں اور ہر سال مجھے تحائف بھجواتے رہتے ہیں جو میں تقسیم کرتا رہتا ہوں۔ ابھی چند روز ہوئے انہوں نے بہت سی ٹوپیاں ارسال فرمائی ہیں۔ وہ ایک بے مایہ شخص تھے مگر عشقِ رسولؐ کے نشّہ سے سرشار تھے جو کشاں کشاں ان کو دربارِ اُنؐ کو دربارِ رسالت مآبؐ میں لے پہنچا۔ اور وہیں کے ہو رہے۔ آج کل وہ غلام رسول بلیوں والے کے نام سے معروف ہیں۔ انہیں خواب میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی۔ عرض کیا میں دربار نبویؐ میں حاضر ہونے کا آرزو مند ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ چل پڑو، اللہ تعالےٰ اسباب مہیا فرما دیں گے۔ بے چاروں کے پاس ٹکٹ کے پیسے نہیں تھے۔ پلیٹ فارم پر حیران و سرگرداں کھڑے تھے کہ ایک ریلوے کے افسر آئے، پوچھا کہاں جانا ہے؟ کہنے لگے۔ کراچی۔ انہوں نے کہا۔ گاڑی کھڑی ہے سوار ہو جائیے۔ اندر جا کے بیٹھ گئے۔ کراچی پہنچ کر ریل گاڑی سے نہ اتریں کہ بغیر ٹکٹ ہوں پکڑا جاؤں گا —— دو سفید پوش سوٹڈ بوٹڈ آدمی آئے اور پوچھا "آپ غلام رسول ہیں؟ کہنے لگے جی ہاں۔ انہوں نے کہا اُتر آئیے۔ چنانچہ وہ باہر لائے۔ آگے کار کھڑی تھی بٹھا دیا۔ اسی طرح ہوائی جہاز کا سبب بنا اور آپ حجاز مقدس پہنچ کر سیدھے دربار نبویؐ میں حاضر ہوئے۔ سلام پیش کیا رات کو حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پھر خواب میں زیارت ہوئی۔ پوچھا غلام رسول آ گئے ہو؟ عرض کیا ہاں یا رسول اللہؐ! حاضر ہو گیا ہوں۔ پھر خدمت پوچھی تو آپؐ نے ارشاد فرمایا۔ مدینے کی بلّیاں بھوکی رہتی ہیں۔ ان کو کھلاؤ پلاؤ۔ عرض کیا "حضورؐ! پیسہ دھیلا تو ہے نہیں کہاں سے کھلاؤں پلاؤں؟" فرمایا "قصائی گوشت رکھ کر اوجھڑیاں پھینک دیتے ہیں۔ ان کو اٹھا لیا کرو اور صاف کر کے بلّیوں کو کھلا دیا کرو"۔

چنانچہ انہوں نے یہ ہی معمول بنا لیا اور بلیوں والے غلام رسول کے لقب سے مشہور ہو گئے۔ آج کل حکومت سعودیہ نے ان کو بڑے عہدہ پر بطور بوّاب مقرر کر رکھا ہے اور اچھی خاصی تنخواہ ملتی ہے جو وہ اسی طرح راہ خدا میں لٹا دیتے ہیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں کی نافرمانی کا عبرتناک واقعہ

حضرت عیسیٰ السلام کے تین حواری تھے۔ ان کو آپ نے فرمایا کہ دنیا کے لالچ میں نہ پڑنا۔ ایک روز پتھروں کے اندر سونے کی ایک چمکتی دمکتی اینٹ دیکھ کر تینوں کو لالچ ہُوا کہ حاصل کر لیں۔ دو نے کہا کہ ہم بانٹ لیں گے۔ تیسرے کو پیسے دے کر بازار سے کھانا لانے کو کہا۔ اس نے سوچا کیوں نہ میں اکیلا ہی لے لوں۔ چنانچہ اس نے کھانے میں زہر ملا دیا۔ جب وہ واپس آیا تو وہ دونوں مشورہ کر چکے تھے۔ انہوں نے اُسے قتل کر کے ٹھکانے لگا دیا۔ اور بعد میں کھانا کھانے لگے چنانچہ وہ بھی ڈھیر ہو گئے۔ سونے کی اینٹ کسی کو بھی نہ ملی۔ اور سب دنیا کے لالچ میں جان سے بھی ہاتھ دھو بیٹھے۔

حضرتؒ کی تین وصیّتیں

ہمیں حضرت رحمۃ اللہ نے تین وصیتیں فرمائی تھیں (۱) کسی کو قرض نہ دینا نہ کسی کی ضمانت دینا (۲) کیمیا گری کے پیچھے نہ پڑنا کہ اتنا پیتل اتنا تانبا ملاؤ تو سونا بن

جائے گا۔ (۳) عملیات میں نہ پڑنا۔ چنانچہ ہم نے دیکھا کہ واقعی حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے ارشادات مبنی برحق تھے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ مسلمان وہ ہے جو قرض لے کر نہ دے۔ اگر دے دے تو اوپر سے مسلمان ہوگا اندر سے ہندو ہوگا۔ خود حضرتؒ کے زمانے میں بھی اور پھر ہمارے زمانے میں بھی محلّہ پڑوس کے لوگوں کے علاوہ بڑے بڑے علماء اور راہ نماؤں نے ہم سے قرضے لئے مگر کسی نے بھی لوٹا کر نہ دئے۔ ہم نے بھی دیتے وقت قرض کی نیّت ہی نہیں کی تھی ورنہ ہم کہاں کہاں وصولیوں کے چکروں میں کچہریوں میں خوار ہوتے۔ میں نے نام کسی کا نہیں لیا مگر یہ ہے حقیقت۔

روسی عوام روسی نظام سے تنگ ہیں

ہمارے ملک پر روسی بمباریوں کا سلسلہ بڑا خطرناک ہے۔ اللہ ہی رحم کرے۔ جو لوگ یہاں آج روسی نظام کی تعریفوں میں رطب اللسان ہیں اگر ان کو اس کو مزا عملی طور پر چکھنا پڑا تو پھر توبہ توبہ پکار اٹھیں گے۔ یہ تو بے چارے غیر تمتد افغانوں ہی کا حوصلہ ہے جو اتنی بڑی طاقت سے نبرد آزما ہوگئے۔ ہیں اور اتنے سالوں سے اُسے ناکوں چنے چبوا رہے ہیں۔ خدا نہ کرے ہمیں ظالم طاقت کے زیر تسلّط آنا پڑے ورنہ بہت بُرا حشر ہوگا۔ آخر کوئی بات تو ہے جو کھلاڑیوں اور عوام میں سے اکثر لوگ سیاسی پناہ لینے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ آج تک دیکھ لیجئے جہاں جہاں بھی اپنے ملک سے بھاگ کر گئے ہیں روسی ہی گئے ہیں اور واپس جانے کا نام نہیں لیا۔ مگر کوئی امریکی بھی بھاگ کر روس گیا ہے؟ برلن میں دیکھ لیں مشرقی اور مغربی جرمنی میں دونوں طرف دو الگ الگ نظام رائج ہیں۔ مشرقی جرمنی میں روسی نظام ہے مگر اکثر وہاں سے لوگ بھاگ کر مغربی جرمنی چلے جاتے ہیں۔ میں جب بلغاریہ کے دورے پر گیا تھا تو روس بھی جانے کا اتفاق ہوا۔ انڈر گراؤنڈ ریلوے دیکھ کر میں حیران رہ گیا کہ کتنا بڑا کام کیا گیا ہے۔ پاکستانی سفیر میرے ہمراہ تھے۔ بتایا گیا کہ یہ لوگ اتنے ظالم ہیں کہ ستّر ستّر سالہ بوڑھی خواتین سے بھی ڈنڈے مار مار کر دن رات کام لیتے ہیں اور روٹی بھی پیٹ بھر کر نہیں دیتے۔ اگر خدانخواستہ ہمارے ہاں یہ بدبخت نظام آ گیا یا روسی تسلّط ہو گیا تو کیا ہماری ستّر ستّر سالہ خواتین اتنے کٹھن مراحل سے گذرنے کی سکت رکھتی ہیں؟ اللہ ایسی حالت سے بچائے۔ ہماری مسجد میں ایک بے چارہ غریب و سادہ لوح شخص اذان دیا کرتا تھا بھٹّو کے دورِ سیاہ میں بعض بدبخت اسے کہا کرتے تھے چند دن کی بات ہے تم مولویوں کی داڑھیاں صاف کر دی جائیں گی۔ سب کو سیفٹی ریزر دے دئے جائیں گے اور یہاں روسی اشتراکیت اور مساوات رائج ہو جائے گی۔ ظالموں کو خدا جانے ایسا کہنے کی جرأت کیسے ہوئی؟

باعمل علماء کرام ہی اصل علماء ہیں

حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے محض علم سے کام نہیں بنتا۔ اصل مراد یہ ہے کہ علم پر عمل کا رنگ چڑھ جائے اور قال حال بن جائے۔ چنانچہ حضرت ہی کی مثال لے لیں ان کی تقاریر لچھے دار نہ ہوتی تھیں سادہ الفاظ ہوتے تھے۔ حضرت سیّد عطاء اللہ شاہ بخاریؒ فرمایا کرتے تھے۔ ہماری اتنی طویل اور باربط تقاریر ایک طرف اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے سیدھے سادے چند جملے ایک طرف۔ اثر اُن ہی کا ہوتا تھا چنانچہ آپ اب بھی دیکھ لیں ہمارے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاء مولانا سید ابوالحسن ندوی المعروف بہ علی میاں ندوی اور حضرت مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی صاحب دونو بزرگ عالم بھی ہیں اور باعمل بھی ہیں۔ جو بات کہتے ہیں پہلے اس پر خود عمل کرتے ہیں۔ چنانچہ پھر اُن کے مواعظ

(باقی ۱۶ پر)

عیدِ قرباں

قاری شبیر احمد ریاض آبادی، بہاولپور

ذرا چشم تصوّر وا کیجئے اور راہوارِ خیال کو حجاز مقدس کی ریگزار وادیوں کی جانب سرپٹ دوڑنے کے لئے چھوڑ دیجئے۔ سامنے دیکھئے اس بانصیب شخصیت کو جس نے اپنی رضا، اپنی خوشی اور اپنا ہر عمل منشاء ایزدی کے ایسا تابع کر دیا ہے کہ اس کا عمدہ طریق عمل پوری انسانیت کے لئے ضرب المثل بن گیا ہے۔

اس کا اسم گرامی ابراہیم علیہ السلام ہے۔ اس نے آزادی و حریت کا پرچم بلند کرتے ہوئے خالق کی اطاعت کے لئے مخلوق کی بغاوت مول لے لی ہے۔ اس نے اپنے مالک کے حکم پر اپنے اقربا، اور خاندان کو چھوڑ دیا ہے دولت، امارت، منصب اور عہدوں کو پس پشت پھینک دیا ہے۔ دعوئ توحید کی عملی تصدیق کے لئے بقول علامہ اقبال ؎

بے خطر کود پڑا آتشِ نمرود میں عشق

اس نے اپنے رب کے کہنے پر وطن جیسی نعمت عظمیٰ کو خیرباد کہہ دیا ہے اور ویران و غیر مزروعہ زمین میں پسندیدہ بیوی اور اکلوتے بیٹے کو صرف اسی کے سہارے چھوڑ کر ایسے روانہ ہو رہا ہے کہ مڑ کر نہیں دیکھتا کہ شفقت پدری کے باعث امتثال امر الٰہی میں کوئی لغزش نہ آجائے۔

آئیے اب تو اس سے بڑھ کر ایک اور کٹھن وقت آیا ہے آج کی صبح منظر دلکش اور خوشگوار بھی ہے اور سخت ابتلاء و آزمائش بھی کیونکہ پیغمبر آخر الزماں پر اترنے والی لاریب اللہ کی کتاب نے بھی اس کا ذکر کرتے ہوتے یہ کہہ دیا کہ یقیناً یہ بہت بڑی آزمائش تھی (الصافات ۱۰۶) مسلسل تین شب گذر چکی ہیں کہ ابراہیمؑ خواب میں بیٹے کو ذبح کرتے ہیں (تفسیر قرطبی) حالانکہ دورِ ضعیفی میں یہ بیٹا زندگی کی وہ آخری کرن ہے جس سے ابراہیمؑ کی تمامتر امیدیں وابستہ ہیں۔ یہ حیات ابراہیمی کا وہ ثمرہ اور نچوڑ ہے کہ جس کی جبینِ مبین میں نورِ نبوّت چمکتا ہے جس کی ایڑیوں تلے پانی کا ایسا چشمہ جاری ہؤا تھا کہ زمزم کا نام پاکر پورے عالم کے لئے شفاء بن گیا۔ حفیظ نے کیا خوب کہا ہے ؎

جہاں پر ایڑیاں بچے نے رگڑی تھیں بہ ناچاری
ہؤا تھا چشمۂ آبِ سرد و شیریں کا وہاں جاری

اس بوڑھے باپ کو دیکھئے جس نے طویل مدت سے جملہ اعزہ و اقارب سے دوری اختیار کر لی تھی آج عرصہ دراز کے بعد ایک فرزند ارجمند اس مقام تک پہنچتا ہے کہ والد بزرگوار کا ہاتھ بٹائے اور دکھی زندگی کے احوال بانٹے۔ لیکن بایں ہمہ۔ آج نور چشم کو فرماتے ہیں "بیٹے! میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ تجھے ذبح کر رہا ہوں بتا تیری کیا رائے ہے (الصافات) اب اس ننھے کی ذہانت کا اندازہ لگائیے جو ابھی تیرہ برس کا بچہ ہے۔ (تفسیر مظہری) اپنے والد ماجد کو جواب میں عرض کرتا ہے ابا جان! حکم ربانی پر بلا تامّل عمل کیجئے۔ انشاء اللہ آپ مجھے صبر کرنے والوں میں سے پائیں گے (الصافات ۱۰۲) یہ جواب اس تسلیم و رضا

کے پیکر نے دیا ہے جو اپنی صغیرسنی کے باوجود یہ سمجھتا ہے کہ نبیؑ کا خواب بھی نازل شدہ کتاب کی طرح حقانیت پر مبنی ہوتا ہے اسے یہ بھی معلوم ہے کہ وحی کئی طرح نازل ہُوا کرتی ہے۔ کتاب منزّل کے علاوہ نبی کا ہر قول و عمل خواہ حالت بیداری میں ہو یا نیند میں۔ حکم الٰہی ہوتا ہے اور امت کے لئے حجت ہوتا ہے اور فرامین نبوّت سے انحراف کتاب اللہ کے انکار سے کم نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ جنہیں ابلاغ حق کے لئے چنتا ہے ان کو یہ استعداد ودیعت کرتا ہے کہ وہ عہد طفولیت ہی سے اپنے ہم عصروں میں ممتاز اور نمایاں نظر آتے ہیں — بقول علامہ اقبال ؎

یہ فیضانِ نظر تھا یا کہ مکتب کی کرامت تھی
سکھائے کس نے اسمٰعیل کو آدابِ فرزندی

اب یہ باپ بیٹا جنگل کی طرف نہایت صبر و رضا کے ساتھ روانہ ہوئے کہ نہ واویلا کیا نہ چیخ و پکار اور ماتم کی آواز آئی دیکھئے ایک انوکھی عبادت انجام دینے کے لئے قربان گاہ پہنچ گئے ہیں۔ تاریخی و تفسیری کتب سے معلوم ہوتا ہے کہ جناب خلیلؑ کو اس راستے میں شیطان نے تین بار بہکایا کہ خواب پر اعتماد نہیں کرنا چاہیئے۔ لیکن آپ نے ہر دفعہ سات سات کنکریاں مار کر اسے بھگایا چنانچہ آج تک منیٰ کے میدان میں جمرات پر اس کی یاد منائی جاتی ہے۔

اس کے بعد چشم فلک نے یہ نظارہ دیکھا کہ باپ نے چھری تیز کی اور رضائے الٰہی کے جذبہ سے سرشار و لبریز ہو کر بیٹے کو پیشانی کے بل لٹایا ہے اور ذبح کرنے لگتا ہے تو چھری کند ہو جاتی ہے اب ابراہیم علیہ السلام پوری طاقت سے گلا کاٹنا چاہتے ہیں اور چھری زبان حال سے بول اٹھتی ہے کہ خلیلؑ کاٹنے کا حکم دیتے ہیں اور رب جلیل منع فرماتے ہیں۔ میں خلیلؑ کو جلیل کا تابع دیکھ کر جلیل کے فرمان پر عمل کروں گی۔ اس گہما گہمی میں آواز آ پہنچتی ہے کہ اے ابراہیمؑ! تو نے خواب سچ کر دکھایا۔ (الصافات = ۱۰۵) یہ دنبہ آپ کے سامنے ہے اسے ذبح کر دو۔ آپ نے ایسا تاریخ ساز کارنامہ سرانجام دیا ہے کہ ہم آپ کی یادگار ہمیشہ کے لئے ملّت ابراہیمی کا شعار بنا کر باقی رکھیں گے چنانچہ امت محمدیہ کو وجوباً حکم ہُوا کہ اپنے رب کی نماز ادا کرو اور قربانی کرو (پ ۳۰ سورت کوثر) اسی تعمیل حکم کا نتیجہ تھا کہ محسن انسانیت محبوب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم ہر سال دو دُنبے ذبح فرماتے ایک اپنی طرف سے اور ایک اپنی امّت کے غربا کی جانب سے۔

یہ حکم امّت کے ہر صاحب استطاعت فرد پر واجب قرار پایا تاکہ ہم جیسے مسلمان جو مسلمانوں کے گھروں میں پیدا ہو کر ایمان کا دعوٰی کرنے والے ہیں یہ بھی اس سبق کو ہر سال دہرا کر اللہ کی راہ میں جان، مال، عزت، آبرو اور اولاد تک قربان کرنے کے لئے تجدید عہد و میثاق کریں اور تا دمِ زیست اسوۂ ابراہیمی پر کاربند رہیں۔ جیسا کہ شاعر نے کہا ہے ؎

اپنی ہستی نذر دے ملّت کی قربانگاہ کو
زندہ کر دنیا میں آئینِ خلیل اللہ کو

(بقیہ: حاجی دلمراد بلوچ)

چند روز سے سول ہسپتال میں زیر علاج تھے مگر موت کا وقت آگیا اور آخر بروز بدھ یکم اگست ۱۲ بجے شب آپ کا وصال ہو گیا۔ اللہ تعالےٰ آپ پر کروڑ رحمتیں فرمائے اور آپ کے لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ احقر راقم اور جمعیۃ علماء اسلام کے جملہ اکابرین اور کارکن آپ کے غم میں برابر کے شریک ہیں اور متعلقین سے دلی ہمدردی کا اظہار کرتے ہیں۔

ملت اسلامیہ کے وسیع تر مفادات کا تحفظ

مسلم اتحادّ

دینی اور سیاسی رواداری اور اخوت و مودت کی ایک تابندہ مثال

تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء کا ایک عظیم الشان واقعہ

مجاہد الحسینی

اسلامی جمہوریہ پاکستان کا مقصد تشخص کی تابندگی، مسلمانوں کے مابین اخوت و مودت کے رشتوں کا استحکام، اور ملّتِ اسلامیہ کے وسیع تر مفادات کا تحفظ ہے۔ قیام پاکستان کے بعد ابتدائی چند برسوں میں کسی نہ کسی صورت میں اس کی جھلک نظر آتی رہی ہے۔ لوگوں میں دینی اور سیاسی رواداری، ایک دوسرے کی عزت اور احترام اور اختلاف فکر و نظر کے باوجود ایک دوسرے کے وجود کو برداشت کرنے اور دوسری شخصیات کی عزت و توقیر اور اعترافِ عظمت کی روشن مثالیں موجود تھیں ہماری ملکی فضا میں کشیدگی اور کش مکش کا موجودہ افسوسناک پہلو اور اس کی ناگفتنی صورت موجود نہ تھی، سیاسی اور قومی رواداری کی سب سے روشن اور تابناک مثال خود بانیٔ پاکستان قائدِ اعظم محمّد علی جناح کی ہے کہ انہوں نے تحریک قیام پاکستان کے مخالفوں یا اس میں حصہ نہ لینے والوں کے خلاف محاسبے، سخت گیری اور محاذ آرائی کی روش اور پالیسی اختیار نہ کی بلکہ ان میں سے کٹر مخالفوں کو امورِ مملکت میں شریک مشاورت کیا تھا۔ جماعت اسلامی کے امیر مرحوم سید ابوالاعلیٰ مودودی کا ریڈیو پاکستان پر درسِ قرآن اور سرخپوش لیڈر جناب عبدالغفار خاں کا پاکستان کی پہلی پارلیمنٹ کے رکن کی حیثیت سے تقرر اس کا زندہ جاوید ثبوت ہے۔

جہاں تک دینی و ملّی رواداری اور مختلف مسالک فکر کے علمائے کرام کے مابین اخوت و موٗدت، اور ایک دوسرے کی اکابر شخصیات کی تکریم و توقیر کا تعلق ہے۔ اس سلسلے کا ایک روح پرور اور ایمان افروز واقعہ ان لوگوں کے لئے درسِ نصیحت ہے جو قیام پاکستان کے مقصد کی غلط تعبیر و تشریح کر کے حقائق کا منہ چڑا رہے ہیں۔

۱۹۵۳ء کی تحریک تحفظ ختم نبوّت کا واقعہ ہے، مختلف مکاتب فکر دیوبندی بریلوی، اہلحدیث اور شیعہ حضرات کے علماء و مشائخ نے باہمی اتحاد و اتفاق، اخوتِ اسلامی اور دینی و ملّی رواداری کا شاندار مظاہرہ کرتے ہوئے ایک مجلس عمل قائم کی تھی جس کی قیادت بریلوی مکتبِ فکر کی ایک معتدل مزاج اور دور اندیش شخصیت مولانا ابوالحسنات سیّد محمّد احمد قادریؒ خطیب جامع مسجد وزیر خان لاہور کے سپرد تھی اس مجلسِ عمل میں دیوبندی مسلک کی جانب سے شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علیؒ امیر انجمن خدام الدین لاہور امیرِ شریعت سیّد عطاء اللہ شاہ بخاریؒ، مولانا قاضی احسان احمدؒ شجاع آبادی، مولانا محمد علیؒ جالندھری اور بریلوی مکتب فکر سے مولانا عبدالحامد بدایونی صدر جمعیۃ علماء پاکستان کراچی، مولانا غلام محمّد ترنم خطیب جامع مسجد سول سیکرٹریٹ لاہور اور صاحبزادہ سیّد فیض الحسن سجادہ نشین آلو مہار شریف مسلک اہلحدیث کی طرف سے مولانا سید محمّد داؤد غزنوی صدر جمعیۃ اہلحدیث پاکستان و شیخ الحدیث مولانا محمّد اسمٰعیل سلفی (گوجرانوالہ) ناظم اعلیٰ جمعیۃ اہلحدیث پاکستان، شیعہ حضرات کی طرف سے علامہ کفایت حسین صدر مجلس تحفظ حقوق شیعہ پاکستان اور سید مظفر علی شمسی جنرل سیکرٹری مجلس تحفظ حقوق شیعہ پاکستان تنظیم اہلسنت کی طرف سے مولانا سید نور الحسن شاہ بخاری اور جماعت اسلامی کی طرف سے مولانا امین احسن اصلاحی اور ملک نصر اللہ خان عزیز ایڈیٹر کوثر لاہور اور دوسری عظیم شخصیات

شامل تھیں۔ باہمہ گر فقہی اختلاف کے باوجود ان حضرات نے تحفظ ختم نبوت کیلئے متحد و متفق ہو کر جو شاندار خدمات انجام دیں اور رواداری کی جو تابناک مثال پیش کی ہے اس کی روشنی سے ہمارا ظلمت کدۂ مسالک آج بھی جگمگا رہا ہے اور مجلس عمل کے نام سے آج بھی جو تنظیم قائم ہوئی ہے اس کا نقش ثانی اور انہی بزرگوں کے حسنِ عمل کی تقلید ہے۔

۱۹۵۳ء کی تحریک میں حصہ لینے کی پاداش میں قید و بند کی صعوبتیں برداشت کر کے جب مختلف شخصیات جیلوں سے رہا ہو گئیں تو ایک دن مولانا ابوالحسنات کی خدمت میں حاضر ہو کر مجلسِ عمل کا اجلاس بلانے کی بابت عرض کیا مولانا ابوالحسنات نے ضروری کاروائی اور چند شخصیات کا ایک خصوصی اجلاس منعقد کرنے کا مجھے حکم دیا۔ راقم الحروف اِن دنوں روزنامہ آزاد کی خبری بندش کے مجلس تحفظ ختم نبوت کے ترجمان روزنامہ نوائے وقت پاکستان لاہور کے ایڈیٹر کی حیثیت سے خدمات انجام دے رہا تھا مولانا ابوالحسنات کی تجویز کے مطابق شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علیؒ کی خدمت میں حاضر ہوا حضرت مولانا نے اس تجویز کی تائید کرتے ہوئے مولانا سید محمد داؤد غزنوی کے ہاں جانے کا حکم دیا چنانچہ حضرت کو ایک تانگے میں سوار کرا کے مولانا ابوالحسنات کے ہاں لے آیا مولانا ابوالحسنات کی رہائش گاہ اکبری دروازے کے اندر ایک بالائی منزل میں تھی میں نے اوپر جا کر مولانا سے مجلسِ عمل کے اجلاس کی بابت ذکر کیا اور پروگرام پیش کرتے ہوئے جب یہ بتایا کہ حضرت مولانا احمد علی صاحب تانگے میں بیٹھے دروازے پر آپ کے منتظر ہیں اور مولانا سید محمد داؤد غزنوی کے ہاں جانا ہے تو مولانا ابوالحسنات فوراً تیار ہو کر نیچے آ گئے اور مولانا احمد علی سے نہایت محبت اور گرمجوشی کے ساتھ ملے۔ دیوبندی اور بریلوی مکتب سے متعلق ان بزرگوں کو یکجا اور ایک ہی تانگے میں بیٹھے دیکھ کر لوگ تعجب آمیز مسرت کا اظہار کر رہے تھے اور مشائخ کی جانب سے اتفاق و اتحاد کے اس مظاہرے پر بیحد خوش نظر آ رہے تھے بہرصورت ہمارا تانگہ جدھر سے گزرتا لوگوں کی نگاہیں دور تک اس پر مرکوز ہو جاتیں اتنے میں تانگہ بھاٹی دروازے سے گزر کر شیش محل روڈ میں مدرسہ تقویۃ الاسلام کے دروازے پر رُک گیا ان بزرگوں کی تشریف آوری پر سلام و مصافحہ کیلئے عقیدت مندوں کا ہجوم ہو گیا مکتبہ سلفیہ کے انچارج اور مجلس شوریٰ کے موجودہ رکن مولانا عطاء اللہ حنیف اور اِنکے معاون مولانا عبدالرحمٰن گیلانی اور مدرسہ کے طلباء نے آگے بڑھ کر استقبال کیا۔ پھر جمعیت اہلحدیث کے ترجمان ہفت روزہ الاعتصام کے فاضل مدیر مولانا محمد اسحاق بھٹی اور معروف محقق عالم دین مولانا محمد حنیف ندوی، بہاولپور یونیورسٹی کے سابق وائس چانسلر اور مولانا سید محمود احمد غزنوی کے فرزند گرامی سید محمد ابوبکر غزنوی نے نہایت گرمجوشی کے ساتھ ان بزرگوں کو اھلاً و سہلاً کہا اور مہمان خانے میں بٹھا کر مولانا ابوبکر غزنوی اپنے والد گرامی کو ان بزرگوں کی تشریف آوری کی اطلاع دینے مکان کی بالائی منزل میں چلے گئے۔

لمحے بعد کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت مولانا سید محمد داؤد غزنوی ننگے پاؤں دیوانہ وار اوپر کی منزل سے نیچے تشریف لائے ہیں اُن کا انداز نہایت والہانہ محبت بھرا تھا سراپا احترام و عقیدت اور اعترافِ عظمت۔

مولانا غزنوی نے آتے ہی فرمایا۔ یہ آپ لوگوں نے کیا کیا۔ مجھے حکم دیتے تو آپ حضرات کے پاس حاضری کو بہت بڑی سعادت سمجھتا پھر میری جانب رُخ کر کے فرمایا تو نے مجھ پر بڑا احسان کیا ہے ان حضرات کی تشریف آوری میرے لئے بڑا اعزاز ہے۔

مولانا غزنوی نے ان بزرگوں کو نہایت اعزاز و اکرام کے ساتھ بٹھایا۔ ایک جانب شیخ التفسیر مولانا احمد علیؒ درمیان میں مولانا ابوالحسنات صدر مجلس عمل اور ایک جانب خود مولانا غزنوی تھے سامنے مولانا محمد اسمٰعیل سلفی مولانا عطاء اللہ حنیف، مولانا محمد حنیف ندوی مولانا محمد اسحاق اور دوسری شخصیات تشریف فرما تھیں۔

دیوبندی، بریلوی، اہلحدیث مکاتیب فکر کے بزرگوں کا یہ متحدہ اجلاس اور اُن کی دینی و ملی رواداری اور اخوت اسلامی کا مظاہرہ دیدنی تھا، ان بزرگوں نے تحفظ ختم نبوت کے سلسلے میں نہایت اہم اقدامات کے فیصلے کئے۔ پھر ایک مدت تک اس سلسلے میں اچھی کوششیں بھی ہوتی رہیں مگر افسوس کہ اس اتحاد کو نظر بد لگ گئی یا دشمنان اسلام کی سازش کا شکار ہو گیا اور بزرگ شخصیات کی وفات کے بعد رفتہ رفتہ پوری قوم سیاسی ہنگامہ آرائی کا شکار ہو گئی اور مذہبی تفرقے کے ہتھے چڑھ گئی۔ اور نوبت بایں جا رسید کہ۔

ے تن ہمہ داغ داغ شد پنبہ کجا کجا نہم

جہاں تک دیوبند اور بریلی کے ان دو مدرسوں کے وجود اور محل وقوع کا سوال ہے یہ دونوں پاکستان میں نہیں بلکہ سرزمین بھارت میں واقع ہیں۔ ۱۸۵۷ء کی تحریکِ آزادی کے بعد سب سے پہلے دارالعلوم دیوبند معرض وجود میں آیا اور بعد میں بریلی کا مدرسہ۔

توجہ طلب مسئلہ یہ ہے کہ جہاں پر یہ دونوں مدرسے قائم ہیں وہاں پر اِن مدرسوں کے ارباب اختیار کے مابین اس نوعیت کا تصادم اور کشمکش کیوں رونما نہیں ہوتی حتیٰ کہ دین اور مذہب کے عنوان پر یہاں پاکستان میں جو مسائل پیدا کئے گئے ہیں ان کا سرزمین بھارت میں وجود کیوں نہیں ہے؟ اگر یہ واقعی دینِ اسلام ہی کا حصہ ہے تو وہاں پر خاص طور سے ان مسائل کی اہمیت ہونی چاہیئے تھی۔ تاریخ اور تجربہ شاہد کہ دنیا میں جہاں کہیں بھی اسلام دشمنوں نے اہلِ اسلام پر حملے کئے اور مسلمانوں کا وجود ختم کر دینے کے اقدامات کئے ہیں انہوں نے کبھی کسی مرحلے میں بھی مسلمانوں کے فرقوں اور مکاتبِ فکر کے مابین کوئی فرق و امتیاز روا نہیں رکھا۔ بلخ و بخارا کا سقوط ہوا تو حنفی اور شافعی میں امتیاز نہیں کیا گیا۔ اسرائیلی یہودیوں نے فلسطینیوں پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑے تو ملتِ اسلامیہ کو حنبلیوں اور مالکیوں میں تقسیم نہیں کیا، تقسیم ہند کے موقع پر دیوبندی، اور بریلوی یا کانگریسی اور مسلم لیگی کے مابین حد بندیاں نہیں کی گئی تھیں اور نہ آج بھارت میں مہاراشٹر میں یہ فرق روا رکھا جاتا ہے نہ کل آسام میں رکھا گیا تھا کہ ان مسلمانوں میں سے دیوبندی کون اور بریلی کون ہے؟ اور کون ہمارے لئے مفید اور کس کا وجود ہمارے لئے کار آمد ہو سکتا ہے وہ تو صرف یہی دیکھتے ہیں کہ ان میں سے کلمہ گو مسلمان کون ہے۔

یہی وجہ ہے کہ بھارت میں جب بھی کوئی تنازعہ اور جھگڑا رونما ہوتا ہے تو دیوبندی بریلوی عنوان پر نہیں بلکہ ہندو مسلم بنیاد پر وہاں کے مسلمانوں اور علماء کرام کے سامنے فرقہ وارانہ کج بحثیوں اور فقہی موشگافیوں سے کہیں زیادہ سنگین مسئلہ سرزمین بھارت میں بحیثیت مسلمان زندگی بسر کرنے کا ہے۔

چند برس ہوئے غالباً ۱۹۷۸ء کی بات ہے راقم الحروف ایک سو زائرین کی رفاقت میں دہلی گیا تھا ان دنوں جامع مسجد دہلی کے ارد گرد کی عمارتیں گرائی جا رہی تھیں اور مسلمانوں پر عرصہ حیات تنگ کیا جا رہا تھا۔ گولیوں کی بوچھاڑ اور لاٹھی چارج کی وجہ سے جامع مسجد کے ارد گرد سخت کشیدگی ـــ اور تصادم کی فضا موجود تھی، زائرین کو اس علاقے میں جانے کی اجازت نہیں تھی۔

ہماری رہائش گاہ پر وہاں کے ایک معروف شاعر آئے تو میں نے ان سے تازہ کلام سنانے کی فرمائش کی انہوں نے ایک رقت انگیز نظم سنائی جس کا ایک شعر بھارتی مسلمانوں کی حالتِ زار کا صحیح ترجمان ہے ۔

یہ شہر شب ہے یہاں زندگی گزارنے کو
تمام عمر چراغوں کی طرح جلنا ہے

آج پاکستان کے حالات کی نزاکت سے کون ناواقف ہے ہمارا حال بھارتی مسلمانوں سے مختلف نہیں ہے دونوں جگہ فرزندانِ اسلام کی زندگیاں خطرات میں گھری ہوئی ہیں وہاں کی طرح یہاں بھی بے دین طاقتیں رفتہ رفتہ زور پکڑ رہی ہیں اور دین و مذہب پر یقین و ایمان رکھنے والے حضرات خصوصاً مذہبی طبقہ اور علمائے کرام کی گرفت معاشرے میں ڈھیلی پڑ رہی ہے ان کا وجود رفتہ رفتہ غیر مؤثر بن رہا ہے اور بنایا جا رہا ہے۔ مزید برآں یہ کہ ہمارے ہمسایہ ملک افغانستان میں روسی فوجوں کی آمد کی وجہ سے کمیونسٹوں کی یلغار کا سنگین خطرہ لاحق ہو گیا ہے اور افغانستان کے بعد اب پاکستان کے "باب خیبر" پر دستک دی جا رہی ہے ایران عراق جنگ کا دائرہ خلیج کی ریاستوں کو اپنی لپیٹ میں لے رہا ہے۔ مسلمانوں کی باہمی لڑائی اور ایک دوسرے کی مخالفت کی وجہ سے اسرائیل کا وجود مستحکم ہو گیا ہے، یہودی "بیت المقدس" کا وجود ختم کر کے مدینہ منورہ کی جانب نگاہِ بد اٹھا رہے ہیں ایسے نازک اور سنگین حالات میں مسلمانوں کی لڑائی اور مسلم فرقوں کا دور از حقائق باتوں کا سہارا لے کر لوگوں کے مذہبی جذبات برانگیختہ کرنا اور ملک و ملت کی زندگیاں خطرے میں ڈالنے کی سعی مذموم آخر کہاں کی دانشمندی اور یہ کیسی دینداری ہے؟ کیا حرم کی پاسبانی کے یہی طور طریقے ہیں۔

پھر ایسے ماحول میں جبکہ اربابِ حکومت نے مختلف مکاتبِ فکر کے علماء اور دینی جماعتوں کی "مجلس عمل تحریک تحفظ ختم نبوت" کے مطالبات تسلیم کر لئے ہیں اور ملک میں یومِ تشکر منایا گیا ہے اور قادیانیوں، کمیونسٹوں اور بے دین عناصر کیخلاف ایک خدا، ایک رسول اور ایک قبلہ پر یقین و ایمان رکھنے والے فرزندانِ اسلام متفق و متحد اور یک زبان و یکجا ہیں ٹھیک اس وقت فرقہ وارانہ کشمکش اور مذہبی منافرت کا مظاہرہ نہ صرف حد درجہ افسوسناک ہے بلکہ دانستہ یا نادانستہ

اُن اسلام دشمن طاقتوں کے ہاتھ مضبوط کرنے اور ملت اسلامیہ کو کمزور اور غیر مؤثر بنانے کی مذموم کوشش اور اسلام کے نفاذ اور تحفظ ختم نبوت کے سلسلے میں کئے گئے اقدامات کالعدم قرار دینے اور مستحسن فیصلوں پر پانی پھیر دینے کے مترادف ہے۔

کیا پورے ملک میں کوئی ایک بھی "رجل رشید" ایسا نہیں ہے جو دیوبندی مکتب فکر کے علما حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی، شیخ التفسیر مولانا احمد علی امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری، بریلوی مکتب فکر سے مولانا عبدالحامد بدایونی اور مولانا ابوالحسنات سید محمد احمد قادری، مسلک اہل حدیث سے مولانا سید محمد داؤد غزنوی اور مولانا محمد اسمٰعیل سلفی شیعہ حضرات میں سے علامہ کفایت حسین اور سید مظفر علی شمسی اور دیگر معتدل مزاج، اور صلح جو شخصیات کا قابلِ ستائش کردار ادا کر کے اخوتِ اسلامی کی پھر جھلک دکھا دے اور مسلمانوں کے مکاتب فکر کے مابین اخوت و محبت کا رشتہ استوار کر کے اسلامی جمہوریہ، پاکستان کو فرقہ وارانہ کشمکش کے ہلاکت زا دلدل سے نکال کر دینی و ملی عظمتوں سے ہمکنار کر دے۔ یہ تسلیم کہ آج پاکستان اس مرتبے کی عظیم شخصیات سے تہی دامن ہے۔ بایں ہمہ مجھے یقین کامل اور پوری توقع ہے کہ چند مخلص شخصیات ہی اگر سر جوڑ کے بیٹھ جائیں اور اتحاد و اتفاق کا علم بلند کر کے میدان عمل میں کود پڑیں اور نیل کے ساحل سے لے کر تا بخاک کاشغر، ملت اسلامیہ ایک ہی تسبیح میں تابدار موتیوں کی طرح شانہ بشانہ ہو جائے تو آج بھی وحدت ملی کے بلند و بالا مینار کا پوری دنیا نظارہ کر سکتی ہے ورنہ یاد رکھو۔

تمہاری داستاں بھی نہ ہو گی داستانوں میں

بقیہ : مجلس ذکر

کے ہمہ گیر اثرات ہمارے سامنے ہیں حضرت رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کے وجود سے لاہور کئی مصیبتوں سے بچا ہوا تھا آپ ان کی وفات کے بعد لوگوں کو ان کی قدر معلوم ہو گی۔ واقعی بات صحیح تھی۔ کوئٹہ جب غرق ہوا تو میں نے اس کی اصل ٹوہ لگائی کہ غرق تو لاہور کو ہونا چاہئے تھا مگر ہوا کوئٹہ۔ میرے ماموں زاد بھائی وہاں پر کرنل کے عہدہ پر تھے۔ انہوں نے بتایا حکام کی سطح سے شراب خوری کی عادت پھیلتے پھیلتے عوام کی سطح تک آ پہنچی تھی تو کوئٹہ غرق کیوں نہ ہوتا۔ لاہور میں پھر بھی کچھ اللہ کے بندوں نے رحمتِ خداوندی کو جذب کر رکھا ہے کہ عذابوں سے محفوظ رہتا ہے اور ان میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی ذاتِ عالی کا درجہ بہت بلند تھا اسی طرح یہاں پر مجلس ذکر میں کچھ عرصہ قبل مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی صاحب نے فرمایا تھا کہ حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کو بغور دیکھو تو وہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا پورا عکس اور رنگ لئے ہوئے معلوم ہوتے ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ پکے قادری بزرگ تھے اور ان کا شمار اس دور کے اکابر اہل اللہ میں ہوتا ہے۔

دُعا اللہ تعالےٰ ہمیں بھی حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے نقش قدم پر چلنے کی سعادت سے بہرہ ور فرمائے اور ہمارے اس حلقہ ذکر کو دوام بخشے۔ آمین یا الٰہ العالمین!

اقبال اور قادیانیت

ختم نبوت وہ حد ہے جسے عبور کرنے والا مسلمان بھی دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے (علامہ اقبالؒ)

ڈاکٹر افضل اقبال

آج سے پچاس برس پہلے علامہ اقبال نے انگریزی میں ایک مضمون لکھا تھا جس کا عنوان تھا — QADIANIS AND ORTHODOX MUSLIMS

اس مضمون کا محرک شائد وہ دعویٰ تھا جس کی رو سے تمام عالمِ اسلام کافر ٹھہرایا گیا تھا۔ بانیٔ قادیانیت کے مطابق ہر وہ مسلمان جو مرزا غلام احمد کے دعویٔ نبوت کی تصدیق نہیں کرتا کافر ہے ؎

پنجاب کے اربابِ نبوت کی شریعت
کہتی ہے کہ یہ مومنِ پارینہ ہے کافر
(ضرب کلیم)

اپنے مضمون میں اقبال نے انگریزی امپریلیزم کے مقاصد کا تجزیہ کرتے ہوئے یہ کہا کہ ہندی مسلمان اپنی ہزار سالہ حکومت کے بعد ہندوستان میں شکستِ خوردہ تو ضرور ہے مگر اپنے دین سے منحرف نہیں۔ اسے ایک خدا پر یقین ہے اور وہ ختمِ رسالتؐ کے عقیدہ پر قائم ہے اور یہی دو ستون ہیں یعنی خدا کی وحدت اور محمدؐ کی ختمِ رسالت جس پر اسلام کی اساس قائم ہے اور جو اُمتِ مسلمہ کی وحدت کے ضامن ہیں۔ انگریزوں نے مسلمانوں کو سیاسی شکست تو ضرور دی مگر انہیں مسلسل یہ خطرہ لاحق رہا کہ مسلمان جب تک اپنے دین پر قائم ہے۔ بدیشی سامراج کیلئے پیہم خطرے کا باعث بنا رہیگا۔ ہندوستان میں انگریزی حکومت کے راستے میں سب سے بڑا کانٹا مسلمان ہی تھا اور یہ انگریزی سامراج کو ہمیشہ کھٹکتا رہا چنانچہ ایک سوچی سمجھی سازش کے تحت ایک وفادار گھرانے کے چشم و چراغ کی بے حد حوصلہ افزائی کی گئی۔ غلام احمد سیالکوٹ میں حکومت برطانیہ کا معمولی سا ملازم تھا۔ اقبال کا مولد بھی سیالکوٹ تھا۔ سرکار نے غلام احمد کی دامے درہمے مدد کی اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ اسے جسارت ہوئی کہ سرکار کی پشت پناہی میں نبوت کا دعویٰ کرے۔ اقبالؒ پکار اُٹھا ؎

محکوم کے الہام سے اللہ بچائے۔
غارت گر اقوام ہے وہ صورت چنگیز!
(ضرب کلیم)

اقبالؒ نے اپنے مضمون میں واضح کیا کہ قادیانیت کی غرض و غایت اسلام کی اخوت اور یک جہتی کو تباہ کرنا ہے مسلمانوں میں تفرقہ و تقسیم کی فضا کو ہوا دے کر غلامی کی ذہنیت کو محکم کرنا تاکہ انگریز کو حکومت کرنے میں کوئی دقت نہ ہو چنانچہ قرآن کو بدل ڈالا۔ اس کی تاویل یہ ہوئی کہ مسلمانوں پر فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ اپنے حاکم کی اطاعت کریں۔ قرآن کے احکام کو ایک سازش کے تحت بُری طرح مسخ کیا گیا تاکہ انگریز حاکم کا بھلا ہو سکے۔

اقبال کا ردِ عمل یہ تھا ؎

فتنۂ ملت بیضا ہے امامت اس کی
جو مسلماں کو سلاطیں کا پرستار کرے

اکتفا اس مشورے پر نہ کیا گیا بلکہ بانی قادیانیت نے محکومیت کی تعلیم کے ساتھ یہ اعلان کیا کہ عصرِ حاضر میں جہاد کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں اپنے مجموعہ کلام "درثمین" میں مرزا غلام احمد نے لکھا ہے ؎

اب چھوڑ دو اے دوستو جہاد کا خیال
دیں کیلئے حرام ہے اب جنگ اور قتال

حضرت علامہ اقبالؒ نے اس فتویٰ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا ؎

فتویٰ ہے شیخ کا یہ زمانہ قلم کا ہے
دنیا میں اب رہی تلوار کارگر
ہم پوچھتے ہیں شیخ کلیسا نواز سے

مشرق میں جنگ شر ہے تو مغرب میں بھی ہے شر حق سے اگر غرض ہے تو زیبا ہے کیا ثبات، اسلام کا محاسبہ یورپ سے درگزر مگر حق سے کسے غرض تھی اور یورپ سے درگزر نہ کرتے تو آخر شاہ کے وظیفہ خوار مرتے کیا نہ کرتے ۔

۱۰ جون ۱۹۳۶ء کو اقبال نے اپنے پہلے مضمون کا سلسلہ قائم رکھتے ہوئے روزنامہ سیٹیٹمین کو ایک طویل خط لکھا اس خط میں، انہوں نے کہا کہ آج تک اسلام کے کسی فرقے نے یہ جسارت نہیں کی کہ ختمِ نبوّت سے انکار کرے یہ وہ حد ہے جسے پار کرنے والا مسلمان بھی دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے ۔

مرزا غلام احمد نے اپنی تحریروں میں مسلمانوں کو پھٹے ہوئے دودھ کے نام سے پکارا ہے اور کہا ہے کہ اُس کے حواری شیر تازہ کے مانند ہیں مراد یہ ہے کہ تازہ دودھ اگر پھٹے دودھ میں ملے گا تو وہ بھی ناکارہ ہو جائے گا چنانچہ اس نے اپنے حواریوں کے لئے مسلمان نہیں بلکہ احمدی کا نام انتخاب کیا اور اِنکی مسلمانوں سے علیحدہ شخصیت قائم کی ۔ قادیانی غیر قادیانی کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے کیونکہ ہر قادیانی ان کے نزدیک کافر ہے اس سے شادی بیاہ نہیں کرتے اس کے جنازے میں شامل نہیں ہوتے ۔ مذہبی سماجی اور ملی امور میں تو وہ مسلمانوں سے الگ تھلگ رہے مگر سیاسی معاملوں میں مسلمانوں کا حصّہ بنے تاکہ وہ ان تمام حقوق و مراعات سے فائدہ اٹھا سکیں جو مسلمانوں کا حِصّہ خورد برد کرتے رہے اور حکومت کے دائرہ اختیار میں شامل رہے انگریز حکومت نے ہر ممکن امداد کی چنانچہ سر ظفر اللہ خان کو مسلمانوں کے نمایندے کی حیثیت سے وائسرائے کی کونسل میں نامزد کیا مسلمان ہزار چیخے چلائے مگر انگریز حکومت کے کان پر جوں تک نہ رینگی ۔

ہندوؤں کو اقبال کا یہ تجزیہ پسند نہ آیا چنانچہ پنڈت جواہر لعل نہرو نے کلکتہ کے "ماڈرن ریویو" میں اقبال کے مضمون کو رد کرنے کے لئے تین مقالے لکھے ظاہر ہے کہ قادیانیت جو مسلمانوں کا قبلہ بدل کر ہندوستان (قادیان) کی طرف اس کا رُخ پھیرنے پر تلی ہوئی تھی وہ نہ صرف انگریز بلکہ ہندو کو بھی بھلی لگتی تھی اور دونوں مل کر اِس کی حوصلہ افزائی کر رہے تھے ۔

نہرو کے تین مقالوں کے جواب میں اقبالؒ نے ایک اور مضمون قادیانیت کے مسئلہ پر لکھا اور اپنا موقف پہلے سے بھی زیادہ زور سے دہرایا انہوں نے کہا کہ ہندی مسلمان حق بجانب ہیں کہ وہ ایک ایسی تحریک کو جو تمام عالم اسلام کو دائرہ اسلام سے خارج قرار دیتی ہے اسے اسلام کی مجموعی حیات کیلئے اتنا ہی مہلک اور مضر سمجھیں جتنا کہ یہودی اپنے لئے سپوزا کے فلسفہ کو مُہلک سمجھتے ہیں ہر ہندی مسلمان منطق کے ذریعے نہیں بلکہ اضطراری طور پر اس خطرے کو محسوس کر رہا ہے کہ اُس کی رگ جان پر حملہ ہو رہا ہے اُسے اپنی زندگی کے تحفظ کا پورا پورا حق حاصل ہے وہ لوگ اس سلسلہ میں رواداری کا لفظ استعمال کرتے ہیں۔ معاملہ کی اصلیت سنجیدگی اور نزاکت کو نہیں جانتے اقبال نے لکھا کہ معروف مؤرخ گبن کے قول کے مطابق فلسفی کی رواداری یہ ہے

کہ وہ تمام مذاہب کو یکساں طور پر سچا سمجھتا ہے اور سیاستدان کی رواداری یہ ہے کہ وہ سب ہی کو مفید مطلب قرار دیتا ہے اور انہیں اپنے مقصد بر آری کیلئے استعمال کر رہا ہے اگر مسلمان کی رواداری سے مراد یہ ہے کہ وہ اپنی کمزوری ذلت اور رسوائی کو برداشت کرتا چلا جائے تو اقبالؒ نے نہرو کو بتایا کہ ایسی رواداری مہمل اور بے معنی ہے معاملہ مسلمان کی موت اور زندگی کا ہے اُن دشمنوں کو یہ کیسے اجازت دی جا سکتی ہے جو اسلام کے نام پر ہمارے گھروں میں گھُس کر اسلام کی بنیادوں کو ہلا دیں اور ہم کھڑے تماشا دیکھا کریں ۔ رواداری البتہ غیر مسلموں کیلئے صحیح ہے اسلام نے یہود، نصاریٰ، زرتشتیوں وغیرہ کے ساتھ مثالی رواداری کا سلوک کیا ہے یہودی جب بھی یورپ کی کسی سلطنت سے نکالے گئے مسلمانوں نے انہیں پناہ دی ہے مگر یہ رواداری کا سلوک غداروں کے ساتھ کیسے روا رکھا جا سکتا ہے اقبال نے نہرو کو واضح الفاظ میں سمجھایا کہ کِسی مسلمان کو رسول کریمؐ کے بعد کوئی نبی قبول نہیں جب دین ہی مکمل ہو گیا تو پھر کِسی نبی کا کیا جواز باقی رہ جاتا ہے ۔ رموزِ بے خودی میں لکھتے ہیں

لا نبی بعدی ز احسان خدا است
پردہ ناموسِ دینِ مصطفیٰ است
قوم را سرمایہ قوت از و
حفظ سرِ وحدتِ ملت از و

اقبال کا دعویٰ ہے کہ ختمِ رسالت اس امر کا اعلان ہے کہ نبی نوع انسان سنِ بلوغت کو پہنچ گئی ہے اور قرآنِ حکیم کے بعد کسی الہام کی ضرورت نہیں اب انسان اپنے فہم اور عقل و دانش کے بل بوتے پر زندگی کی راہ پر چلے گا ۔

قرآنِ مجید خدا کی آخری کتاب ہے یہ اپنی اصلی صورت میں قائم ہے اور قائم رہے گی ۔ انسان کے لئے یہ خدا کا آخری اور مکمل پیغام ہے اس کی شرح کی گنجائش ضرور ہے مگر اس

(باقی ۲۱ پر)

حافظ مہر محمد، گوجرانوالہ

ایک مثالی ماں

ارشاد نبویؐ ہے: مرنے کے بعد مومن کو جو اعمال اور نیکیاں ملتی رہتی ہیں وہ یہ ہیں:-

۱- علم جو سکھایا اور پھیلایا ہو۔
۲- نیک اولاد چھوڑی ہو۔
۳- قرآن شریف وراثت چھوڑا ہو۔
۴- مسجد بنائی ہو۔
۵- مسافر خانہ بنایا ہو۔
۶- نہر کھدوائی ہو۔
۷- اپنی صحت اور زندگی کے زمانہ میں جو صدقہ نکالا ہو۔

ان سب چیزوں کا ثواب اسے مرنے کے بعد بھی ملتا رہے گا۔ (ابن ماجہ)

اسی صدقہ جاریہ کی مثال وہ قابل صد احترام مائیں ہیں جو اپنی گودوں میں نونہالوں کو پالتی ہیں۔ تعلیم و تربیت کے زیور سے آراستہ کرتی ہیں اور وہ بڑے ہو کر دین و ملت کی خدمت کرتے ہیں اور اس کا ثواب ان کو دار آخرت میں انتقال کے بعد بھی ملتا رہتا ہے۔ یہ بھی ارشاد نبویؐ ہے۔

"کہ اپنے مرنے والوں کا ذکر اچھائی کے ساتھ کرو"

صالحین اموات کا یہ حق ہے کہ پچھلے متعلقین ان کی خوبیوں کا ذکر اس طرح پھیلائیں کہ زندے ان کی اتباع اور راہنمائی میں امور خیر کو اپنائیں اور صلاح و تقویٰ کی گاڑی منزل آخرت تک اپنا سفر زندگی طے کرتی رہے۔ اسی وجہ سے مناسب معلوم ہوا کہ راقم الحروف مہر محمد (تھمے والی ضلع میانوالی) اپنی اماں جی رحمۃ اللہ علیہا کا تذکار خیر قارئین خدام الدین کے سامنے پیش کرے۔

والدہ مرحومہ انتہائی متواضع، ملنسار، عقلمند، علم دوست، خدمتگذار، متقی صوم و صلوٰۃ کی پابند اور شب بیدار تھیں۔ عمر بھر کسی کا دل نہیں دکھایا۔ پڑوسیوں کی ایذائیں صبر و شکر سے برداشت کیں۔ بد دعا کسی کو نہ دی زیادہ دکھ پہنچا تو اتنا کہہ دیا" ان کی اپنی نیت پیش آئے"۔

والد صاحب میاں محمد رحمہ اللہ انتہائی سادے درویش مزاج اور قناعت پیشہ تھے۔ مسجد میں پانی بھر کر لانے کی خدمت یا مزدوری پر ہی اکتفا کرتے تھے۔ اس لئے ابتدائی زندگی تنگی اور عسرت کی تھی فاقے گذارے مگر دست سوال کسی کے سامنے دراز نہ ہوا اور اولاد کی تعلیم و تربیت میں بھی اس کا خیال رکھا۔

پہاڑ پور ضلع ڈیرہ اسماعیل خان کے مقبول عام و ہر دلعزیز واعظ مولوی سرسری مرحوم آج سے ۴۰، ۵۰ سال اکثر ہمارے علاقے تھمے والی میں وعظ کرنے آتے تھے تو نواں جھور کلری، چکڑالہ ڈھوک زمان وغیرہ کے ہزاروں مسلمان وعظ سننے جمع ہو جاتے تھے سادہ بیان مؤثر لہجہ اور برمحل پنجابی اشعار اور مثالیں دینے میں اپنی مثال آپ تھے۔ ہندو سکھ بھی متاثر ہوتے اور شرکاء جلسہ بنے رہتے تھے۔ مولانا سرسری مرحوم اور ان نے نعت خوانوں کے داعی بالعموم والد صاحب ہی ہوتے اور والدہ مرحومہ ان کی ضیافت کا بندوبست کرتیں۔

تھمے والی میں کمہاراں والی مسجد میں حافظ خیر محمد (المتوفی ۱۹۵۴ء) ایک بڑے صالح و متقی بزرگ تھے حفظ و ناظرہ کا ان کا بڑا درس تھا۔ بیسیوں افراد حافظ بنے سینکڑوں بچے بچیاں تلاوت قرآن سے فیضیاب ہوئے۔ مولانا سرسری مرحوم آدھی آیت پڑھ کر بطور امتحان

پوچھتے حافظ جی بتاؤ کس پارے کی آیت ہے؟ فوراً بتا دیتے۔ ایک دفعہ حدیث پڑھ دی تو حافظ جی نے فرمایا۔ قرآن کے تیس پاروں میں تو یہ نہیں ہے۔ ۷۰، ۸۰ سال کی عمر تک یہ خدمتِ قرآن لوجہ اللہ کی۔ گذارہ معاش کے لئے چرم فروشی کا معمولی شغل تجارت رکھا ہوا تھا۔

اپنے وقت اور علاقہ کے یہ ولی اور مشہور خادم قرآن حافظ خیر محمد ولد میاں گل راقم کے والدین کے سگے ماموں تھے۔ لاولد تھے رفیقہ حیات بھی عرصہ پہلے چل بسی تھیں۔ ان کا گھر دوسرے محلے میں تھا۔ آخر میں عرصہ تک بیمار رہے تھے۔ ان کی یہ ساری خدمت و تیمار داری والدہ مرحومہ نے بڑی محبت و شوق سے کی۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائیں۔ تنہا یہ وہ خدمت ہے کہ اس کے وسیلے سے دعا کے قبول و مستجاب ہونے کی قوی امید ہے۔

انہی ناناجی سے بڑے بھائی صاحب نے قرآن حفظ کیا ہمشیرہ محترمہ نے ناظرہ پڑھا اور والدہ مرحومہ نے اپنی نگرانی میں اپنے چھوٹے بھائی غلام مصطفیٰ آف ٹمن کو حافظ بنوایا۔ راقم نے ۱۲ پارے حفظ کئے تھے کہ رمضان ۷۳ھ میں ان کی وفات ہو گئی۔ ایک مرتبہ راقم کو منزل یاد نہ تھی اتنی مار پڑی کہ بدن لہولہان ہو گیا ابھی تک کمر پر زخموں کے نشانات ہیں مگر والدین کی علم دوستی اور محبت قرآنی قابل داد تھی مجھے ہی کو سانا ناجی کو شکایت نہ تھی اور پڑھائی جاری رکھوائی۔

ان کی وفات کے بعد حفظ کا بندوبست اپنے شہر میں نہ تھا۔ حسن اتفاق سے ضلع میانوالی کے مشہور جاگیر دار میاں غلام محمد مرحوم رئیس آف ٹھمے والی اپنے بیٹے کے قتل ہو جانے پر دل برداشتہ ہو گئے۔ شہر چھوڑ کر اپنے پہاڑ کے ایک سرد مقام پر سکونت اختیار کی وہاں ایک حفظ کا اچھا درس قائم کر دیا والدہ صاحبہ راقم کو ۹، ۱۰ برس کی عمر میں وہاں چھوڑ آئیں۔ ڈیڑھ دو برس بعد راقم نے اس مقام (سیدمار) پر حفظ قرآن مکمل کر لیا۔

ضلع میانوالی حفاظ قرآن کی کثرت میں مشہور ہے پھر تھانہ چکڑالہ کا علاقہ اعوان قاری کے نام سے معروف ہے دراصل یہ سب فیض اسی علاقہ کے ایک گاؤں ڈھرنکہ (تمل) سے پھیلا۔ یہاں کے استاذ الاستاذ غلام حبیب صاحب تھے۔ جو خود حافظ تو نہ تھے مگر تنہا پچاس سال کے طویل عرصہ میں بلا مبالغہ سینکڑوں افراد کو حافظ بنایا اور ان کے شاگرد مختلف شہروں میں آج بڑے بڑے حفظ کے مدارس چلا رہے ہیں جو اصطلاحی قاریوں سے زیادہ کامیاب مدرس ہیں۔ مذکورہ بالا راقم کے استاد حافظ محمد رمضان ڈھسی والے مرحوم ڈھرنکہ سے پڑھے تھے۔ احقر نے اپنے دادا استاد غلام حبیبؒ کی صغرسنی میں زیارت کی تھی۔ نورانی چہرہ ہیبت و جلال سے بھرپور تھا۔ تقویٰ کا یہ عالم تھا کہ ایک بیٹا قتل کے کیس میں آگیا۔ انگریز ججوں کی پیشکش کے باوجود براءت کی قسم نہ اٹھائی نہ عمر بھر جیل میں ملنے گئے تاآنکہ اسے پھانسی کی سزا ہو گئی۔

۱۹۵۹ء میں جب راقم نے مڈل درجہ اول میں پاس کر لیا۔ اساتذہ نے ہائی سکول میں داخلہ میں اصرار کیا مگر والدین نے دینی تعلیم پر زور دیا اور ایک مقامی استاد مولوی غلام رسول کی معرفت خانپور میں حضرت درخواستی کے ہاں پہلا تعلیمی سفر درپیش آیا اور فارسی باقاعدہ پڑھی۔ ان دنوں حضرت الاستاذ مولانا صوفی عبدالحمید صاحب مہتمم مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ تفادیانیوں کے خلاف ایک تقریر کے جرم میں گوجرانوالہ سے دربدر ہو کر خانپور میں دورہ تفسیر میں شریک تھے۔ اسی کمرہ میں میرے استاذ کے علاوہ میراں شاہ کے عالم مولانا خان حلیم بھی تھے۔ میں نے بوستان ان سے پڑھی۔ گلستان صوفی صاحب سے۔ ان بزرگوں کی چائے پکاتا تھا۔ پھر صوفی صاحب نصرۃ العلوم سے آئے اور باقاعدہ درس نظامی کی تکمیل یہیں ۱۹۶۶ء میں ہوئی۔

یہ کہانی سنانے سے مقصد یہ ہے کہ والدہ مرحومہ نے مجھے اور میرے چھوٹے بھائی مولانا شیر محمد فاضل سبعہ قرأت کو بچپن سے ہی آنکھوں سے اوجھل کر کے تعلیم دین کے لئے وقف کر دیا۔ اشکبارانہ پردیس کو رخصت کیا۔ تو دست و پیشانی چومنے سے استقبال کیا۔ ہر دفعہ نیکی اور راستبازی کی تلقین کی یہ کردار سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ ماجدہ کی سنت ہے کہ انہوں نے چالیس اشرفیاں کرتے میں سی کر بیٹے کے حوالے کیں اور کہا بیٹا جھوٹ نہ بولنا۔ پھر اسی راست گوئی کی کرامت سے ڈاکوؤں کا پورا گروہ تائب ہو گیا تھا۔

دسمبر ۱۹۷۵ء میں حج کی سعادت نصیب ہوئی تو ۷۰ سالہ ضعف پیری کے باوجود طواف وسعی اور نفلی عمرے بجا لانے میں مجھ سے تیز اور ہوشیار ثابت ہوئیں جب بھی دیکھا نفلی طواف میں لگی ہیں۔ بیک وقت سات سات طواف کئے۔ بجز شب خوابی اور اوقات طعام کے سارا وقت حرم شریف میں گذرتا شاید ہی کوئی نماز کسی سبب سے باجماعت چھوٹی ہو۔ خشک پہاڑوں کا عجیب وغریب منظر دیکھ کر فرماتیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بھی عجیب جگہ پسند آئی کہ یہاں آکر کعبہ بنایا۔ دراصل یہ پہاڑ خدا کے رعب و جلال سے جلے ہوئے ہیں، عشق نبوی نے غار حرا اور جبل نور کی چوٹی بھی سر کرا دی۔ عمر بھر محلہ کی بچیوں کو نماز پڑھائی سکھائی مگر ان سے خدمت نہ لی۔ طبیعت کی فیاض اور سخی تھیں۔ شادی یا غمی کی کوئی تقریب ہوتی تو سب جدا جدا گھر والے بیٹوں رشتہ داروں کو ایک سے کئی دن کھلاتیں۔ غریبوں اور پڑوسیوں پر خاص مہربان تھیں۔ حاجتمندوں کو چھوٹی موٹی رقم قرض پر دے رکھتیں۔ کوئی واپس کرتا کوئی کھا جاتا مگر خدمت خلق کے اس جذبہ کو سرد نہ ہونے دیا۔ رشتہ داروں سے کبھی بدسلوکی نہ کی نہ قطع رحمی کی بلکہ آپس میں قاطع رحم رشتہ داروں کو جوڑنے کی پوری کوشش کی اپنے محلہ کی مسجد عمر فاروقؓ کی جدید پختہ تعمیر میں بھرپور حصہ لیا۔ ہمیں وصیت فرمائی کہ "میرا مرنا اچھا کرنا جو بھی مہمان یا رشتہ دار آئے اس کی اچھی ضیافت کرنا" یہ مثالی ماں واقعی "بخت بانو" تھی کہ صدقہ جاریہ میں دو بیٹے عالم دین اور تین حافظ قرآن و حاجی چھوڑے۔ شہر کا ہر آدمی مداح اور افسوس کناں ہے مگر ۹ اگست ۱۹۸۴ء بروز جمعرات بابرکات کو دفن ہونے والا یہ وجود واپس ہرگز نہ آئے گا اور ہم خدمت نہ کر سکیں گے۔

بقول علامہ اقبالؒ ؎

ساری عمر تیری میری خدمت گر رہی
میں تیری خدمت کے قابل جب ہوا تو چل بسی

اللھم عافھا واکرام نزلھا وسع مدخلھا وادخلھا الجنۃ بغیر حساب۔ ونقھا من الذنوب کما ینقی الثوب الابیض من الدنس۔

بقیہ : اقبال اور قادیانیت

کے محکمات سے کسی کو مجال انکار نہیں اور اس کے محکمات کا یہ بنیادی نکتہ ہے کہ پیغمبر اسلامؐ خدا کے آخری رسول ہیں۔

اقبال کے نزدیک قادیانیت کا مقصد ہندوستان کی غلامی کا الہامی جواز مہیا کرنا تھا یہی وجہ ہے کہ حکمران کی اطاعت سکھانے کے ساتھ ساتھ مرزا غلام احمد نے جہاد کو حرام قرار دیا۔ نہ بانس ہو گا نہ بانسری بجے گی۔ اگر جہاد ہی حرام ہے تو انگریز کو کس کی مزاحمت کا خطرہ ہے۔ مرزا غلام احمد کے دماغ میں یہ بات آتی ہی نہیں تھی کہ ہندوستان میں انگریز کی حکومت ختم ہو جائے گی وہ مراعات کی خاطر خوشی خوشی انگریز کا آلہ کار بنتا ہے اور اپنی وفاداری پر فخر و انبساط کا اظہار کرتا ہے۔ یہی وجہ تھی کہ تحریکِ پاکستان سے قادیانی الگ تھلگ رہے ان کی پہلی خارجی مشن ورکنگ انگریز کے ملک میں بنی اور آج بھی لندن میں ہی مرزا طاہر احمد کو پناہ ملی ہے۔

اقبال نے اپنی بصیرت کی بنا پر آج سے پچاس برس پہلے حکومت برطانیہ سے مطالبہ کیا کہ قادیانیوں کو مسلمانوں سے علیحدہ ایک قوم قرار دیا جائے۔ انہوں نے کہا کہ وہ ایران کے بہاء اللہ کو ایماندار سمجھتے ہیں کیونکہ اس نے برملا اسلام کی مخالفت کی ہے مگر مرزا غلام احمد منافق کا کردار ادا کر رہا ہے اور اس کی قادیانیت کا وجود مسلمانوں کیلئے بہت بھاری خطرے کا حامل ہے قوم نے آخر ان کی آواز ۱۹۷۴ء میں سنی جب قادیانیوں کو ان کے اپنے قول اور دعویٰ کے مطابق مسلمانوں سے ایک الگ غیر مسلم طبقہ قرار دے دیا۔ اقبال اگر آج زندہ ہوتے تو اس فیصلہ کی تہ دل سے تصدیق کرتے۔

سید عطاء الرحمٰن جعفری، بی اے (آنرز)

اسلام ہی اخلاقِ حسنہ کا معلّم ہے

پاکستان اسلام کے عنوان پر عالم وجود میں آیا تھا۔ یہ ملک منصۂ شہود پر اسی لئے ہی جلوہ گر ہوا تھا۔ ہمیں یہ فراموش نہیں کرنا چاہئے کہ پاکستان اسلام سے عبارت ہے اور اس کے بغیر اس کا وجود وقیام ممکن نہیں ہے۔ ماضی کے تجربات ہمارے سامنے ہیں۔ اسلام ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے۔ اور یہ وہ دین ہے کہ جس نے تمام اقوام عالم کو اپنی روشنی سے منور کیا ہے۔ اور تمام تاریکیوں کو اجالا بخشا ہے۔ ہم اس دینِ متین کے نام وحامل اور پیرو ہیں۔ مگر کیا اس سے بڑی غفلت بھی کوئی ہو سکتی ہے کہ ہمیں اس مقام کا احساس نہ رہے۔

اسلام کے دامنِ تقدس پر اس سے بڑھ کر اور کوئی بدنما داغ اور دھبہ نہیں ہو سکتا کہ آج انسانی حریت اور ملکی فلاح کا سبق مسلمان دوسری قوموں سے لیں۔ عقیدۂ مسلم یہ ہے کہ جس طرح خالق کائنات اپنی ذات وصفات میں وحدہٗ لاشریک ہے۔ کوئی ہستی یا وجود اس میں شریک نہیں۔ اسی طرح قرآنِ حکیم اپنی جامعیت اور کمال میں وحدہ لاشریک ہے۔ اور بالکل اسی طرح اس کے لانے والا رسولؐ کمالِ انسانیت اور اصلاح میں وحدہ لاشریک ہے۔

اس لئے ضروری ہے کہ جو اُمت اس خدائے واحد اس قرآنِ واحد اور اس رسولِ واحد کے دامنِ تعلیم سے وابستہ ہو وہ بھی اپنے اندر شانِ واحدت کی حامل ہو۔ اس کے اعمال و اخلاق غلغلہ اندازِ عالم ہو۔ زندگی کے ہر حُسن وجمال میں اس کے خط وخال مرقعِ عالم کے لئے نمونہ بنیں۔ وکذالك جعلنا کم اُمۃ وسطاً کے یہی معنی ہیں۔ اور اس لئے مسلمانوں سے وعدہ کیا گیا تھا۔

"مسلمانوں اگر تم اللہ کا خوف اپنے اندر پیدا کر کے متقی بن جاؤ گے تو وہ تمہارے لئے دنیا میں ایک خاص امتیاز اور خصوصیت پیدا کرے گا۔"

جس قوم کو اس صدائے الٰہی نے مخاطب بنایا ہو۔ اس کے لئے اس سے بڑھ کر اور کیا بدبختی ہو سکتی ہے کہ وہ زندگی کی ہر شاخ میں غیروں کے لئے نمونہ بننے کی بجائے خود دوسروں کو اپنا قبلہ وکعبہ بنانے کی غلطی کرتے۔ کیا یہ حقیقت نہیں ہے کہ پاکستان میں ہم نے تعلیم، صحت، اخلاق، معاشرت، معیشت، سیاست یہاں تک کہ تمدنی زندگی کے ہر شعبہ میں دوسری قوموں کے افعال کو نمونہ بنایا۔ تہذیب و تمدن میں یورپ کی شاگردی کی۔

وضع میں تم نصاریٰ تمدن میں ہنود
تم وہ مسلماں ہو جنہیں دیکھ کر شرمائیں یہود

یہی وہ بنیادی گمراہی ہے جس نے تعمیرِ ملک کے ستونوں کو منہدم کر دیا ہے۔ اور ملت طاقتِ اخلاق سے محروم ہو چکی ہے۔ پستئ اخلاق کی جس صورت پر میں نے روشنی ڈالی ہے۔ اس کا مقصد کسی خاص گروہ، کسی خاص طبقے، کسی خاص جماعت پر تنقید ہرگز نہیں ہے۔ ایک آزاد ملک کے شہری کی حیثیت سے اس کے سیاہ وسفید میں ہم سب شامل ہیں۔ خرابی چاہے کسی میدان میں ہو۔ اس کی اخلاقی انحطاط میں ہے۔ سیاست ہو کہ معیشت، معاشرت ہو کہ تجارت، صنعت ہو کہ تعلیم، بگاڑ جہاں بھی پیدا ہو رہا ہے۔

اور جس حد تک ہو رہا ہے اس کی وجہ اخلاق کا فقدان ہے۔ جب افراد کے اخلاق میں کمزوری آئے تو زندگی کا ہر شعبہ متاثر ہوتا ہے۔ ہر شعبۂ حیات کے افراد اپنے پست اخلاق کی وجہ سے اس شعبہ میں اپنی صالحیت و صلاحیت سے بہار لانے کی بجائے اس کو خزاں رسیدہ کر دیتے ہیں۔ یہ ایک لمحہ فکریہ ہے۔ کسی خاص گروہ کو ہدف بنانے کی بجائے اخلاق کی گرتی ہوئی دیواروں کو سنبھالنے کی کوشش کریں۔ کیونکہ جب سیلاب آتا ہے تو وہ اپنے پرائے کی تفریق نہیں کرتا۔ سیلاب اندھا ہوتا ہے وہ سب کو بہا کر لے جاتا ہے۔

اس سیلاب پر بند باندھنا چاہئے، فوری باندھنا چاہئے اور ہم سب کو مل کر باندھنا چاہئے۔ اس سیلاب کو باندھنے کے لئے ہمارے پاس طاقت ہے۔ اور وہ طاقت ہے اخلاق نبویؐ کی پیروی۔ جب آپ کا ظہور ہوا تو دنیا کی حالت اس سے بھی خراب تھی۔ آپ کے نسخۂ کیمیا نے ایک ایک مرض کا علاج کیا۔ اور دیکھتے ہی دیکھتے حیاتِ اجتماعی کا بیمار ڈھانچہ مضبوط بنیادوں پر استوار ہو گیا۔ اور دنیا میں ایک بے مثل اخلاقی انقلاب کا باعث بنا۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ آج بھی ہم اپنے اخلاقی انحطاط کا علاج اسی نسخۂ کیمیا سے کریں۔

اے باری تعالیٰ ہم اخلاقی زوال کی جس دلدل میں پھنس گئے ہیں اس سے ہمیں نکال، ہم اُس رسول کے نام لیوا ہیں جس نے ہمیں اخوت واتحاد کا سبق دیا۔ مگر ہم نے تیری رسّی کو چھوڑ دیا۔ اور شیرازۂ ملت کو پارہ پارہ کر دیا۔ ہمارے ہاتھوں میں اتنی طاقت عطا فرما کہ ہم حبل اللہ کو مضبوطی سے تھام لیں۔ اور ایک جان ہو کر تعمیر جہاں کے لئے اٹھ کھڑے ہوں۔ آمین ثم آمین

دعائے صحت

حضرت مولانا ضیاء القاسمی صاحب کی اہلیہ کچھ روز سے علیل ہیں۔ قارئین کرام سے ان کی صحت کے لئے اپیل ہے۔

حاجی دلمراد بلوچ رح

تحریک آزادی اور تحریک ختم نبوت کے ایک عظیم سپاہی اور اسلاف کی یادگار تھے۔ ان کے انتقال سے جو خلاء علماء حق میں پیدا ہوا ہے اس کا پر ہونا مشکل ہے۔

تحریر: محمد عثمان الوری ـ کراچی

کالعدم جمعیۃ علماء اسلام کے بانی رکن تحریک آزادی کے عظیم سپاہی حضرت مولانا حاجی دلمراد بلوچ کراچی شہر کے قدیم باشندے تھے۔ ان کی پیدائش ۱۸۵۲ء میں ہوئی ابتدائی تعلیم مدرسہ مظہر العلوم کھڈہ میں حضرت مولانا محمد صادق صاحب سے حاصل کی، اسی دوران آپ تحریک آزادی میں حصہ لیتے رہے اور باقاعدہ جمعیۃ علماء ہند کے رکن رہے۔ تقسیم ہند سے قبل حج کی سعادت کے ساتھ مکہ مکرمہ میں شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی سے بیعت ہوئے، اور قیام پاکستان کے بعد حضرت مولانا احمد علی لاہوری رح کی قائم کردہ جمعیۃ علماء اسلام میں شامل ہوئے ۱۹۵۳ء میں تحریک ختم نبوت کراچی میں امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رح کے ساتھ بھر پور حصہ لیا اور کراچی کی قدیم آبادی لیاری اور گاڑی کھاتہ میں مسلمانوں میں جذبہ ایمانی پیدا کرتے رہے اور جیل کی سزا بھی ہوئی اسی طرح علماء کرام کی ہر تحریک میں پیش پیش رہے۔

۱۹۵۶ء میں اسلامی دستور کے نفاذ کے لئے جدوجہد کرتے رہے۔ آپ کو علماء حق سے خاصا تعلق تھا۔ حضرت مدنی قدس سرہٗ اور حضرت لاہوری رح، آخر میں مولانا عبداللہ درخواستی اور مولانا عبید اللہ انور سے خصوصی تعلق تھا۔ آخر دم تک جمعیۃ علماء اسلام کے عہدے دار رہے اور گذشتہ سال آپ کراچی ڈویژن سے قبل کراچی کے عہدیدار اور مرکزی مجلس شوریٰ کے ممبر رہے۔

۱۹۷۰ء میں جمعیۃ علماء اسلام کے ٹکٹ پر قومی اسمبلی کا الیکشن لڑا۔

گذشتہ چار سال سے آپ نے ایک دینی تنظیم انجمن فدایان ختم نبوت قائم کی تھی جو قادیانیت اور ذکری مذہب کا تعاقب کرتی رہی۔ آپ نے ہر دینی تحریک میں جانی و مالی قربانی پیش کی مدارس دینیہ کے طلباء، غرباء، مسافر اور نومسلموں کی امداد کرتے رہے۔

آپ نے ذکری مذہب کو بے نقاب کر کے اس کے اصل روپ کو ظاہر کر کے مسلمانوں میں ایک جذبہ پیدا کیا اور بہت سے سادہ لوح ذکریوں کو اصل حقائق سے آگاہ کیا یہی وجہ ہے کہ بہت سے ذکری نوجوان مسلمان ہو رہے اور اسلام میں شمولیت کرتے جا رہے ہیں مرحوم کا یہ کارنامہ ہمیشہ یاد رہے گا۔ آپ نے ختم نبوت کے لئے جو خدمات انجام دی ہیں وہ ہمارے لئے مشعل راہ ہیں آپ نے عرصہ سے درس قرآن اور درس حدیث کا سلسلہ جاری کیا ہوا تھا جس سے عوام مستفید ہوتے تھے۔ دینی مدرسہ اور مسجد کا انتظام بھی خود انجام دیتے۔ آپ کے روزانہ کے معمولات میں تین پارے قرآن کریم، تسبیح دوازدہ، نوافل وغیرہ کے لئے تبلیغ دین اور مہمانوں کی خاطر مدارت تھا۔ آپ نے جمعیت علماء اسلام کی لاکھوں روپے سے مالی امداد فرمائی۔ اپنا تن من دھن کی مثالی قربانی پیش کی۔ ہر وقت نازک موقع پر بے خوف و خطر ہر مرحلہ میں ثابت قدم رہے اور اپنے بزرگوں کی قیادت میں قافلۂ علماء حق سے تعاون فرمایا۔ اللہ تعالےٰ نے آپ کو باطنی خوبیوں کے علاوہ ظاہری سیرت و صورت وجیہہ عطا فرمائی تھی چہرہ بارعب باوقار تھا اخلاق و اخلاص یادگار تھا۔ آپ گذشتہ تین سال سے بیمار تھے طبیعت میں نقاہت آگئی تھی۔

(باقی ۱۲ پر)

پاکستان کی بنیاد شہدائے بالاکوٹ نے اپنے خون شہادت سے رکھی تھی

اسلامی معاشرہ کے قیام کے لئے شہدائے بالاکوٹ کا جذبۂ اتحاد پیدا کیا جائے

ملتِ اسلامیہ خون کا دریا عبور کر کے پاکستان کی منزل تک پہنچی ہے

کراچی: اسلامی نظام حیات کے نفاذ اور عادلانہ فلاحی اسلامی معاشرہ قائم کرنے کے لئے ہمیں شہدائے بالاکوٹ کا جذبۂ جہاد و قربانی پیدا کرنا ہوگا۔ ملت اسلامیہ خون کا دریا عبور کر کے پاکستان کی منزل تک پہنچی ہے حضرت سید احمد شہید رح، مولانا شاہ اسماعیل شہید رح اور ان کے ہزاروں خدا پرست رفقاء نے ۱۸۳۱ء میں اپنے خون شہادت سے پاکستان کی بنیاد رکھ دی تھی۔ اسلامی احکام کے نفاذ میں رکاوٹیں ڈالنے والے عناصر شہداء کے مقدس لہو سے غداری کر رہے ہیں۔ ان خیالات کا اظہار تحریک اصلاح ابلاغ عامہ کے جنرل سیکرٹری مولانا عبدالرشید انصاری نے مدرسہ بنوریہ قاسم العلوم گلشن اقبال میں شہدائے بالاکوٹ کی یاد میں منعقدہ مجلس مذاکرہ سے خطاب کرتے ہوئے کیا۔ مذاکرہ کی صدارت مدرسہ بنوریہ قاسم العلوم کے مہتمم مولانا قاری جمشید اقبال نے کی۔ مجلس مذاکرہ میں تنظیم اہلسنت پاکستان کے رہنما خواجہ عبدالرحمٰن، قاری بشیر احمد اور مولانا قاری شان محمد نے بھی خطاب کیا۔

مولانا عبدالرشید انصاری نے اپنی تقریر میں کہا کہ بالاکوٹ کی عظیم تحریک جہاد میں شامل عارفان حق اور علماء ربانیین کا مقصد کشور کشائی یا مال غنیمت اور حصول جاہ و اقتدار نہیں بلکہ مظلوم و محکوم مسلمانوں کو سکھ راج کے ظالمانہ اقتدار سے نجات دلانا اور اس خطۂ ارضی میں اسلامی نظام حیات اور قرآن و سنت کی اعلیٰ اقدار کا احیاء تھا۔ شہداء بالاکوٹ نے اتباع احکام الٰہی کے جذبۂ صادق اور عشق مصطفوی سے سرشار ہو کر راہ وفاء حق میں جہاد کیا اللہ تعالیٰ ان کی پُر خلوص جدوجہد اور مومنانہ قربانیوں کو شرف قبولیت عطا کرتے ہوئے شہادت کے مرتبہ جلال سے انہیں زندہ جاوید بنا دیا۔

مولانا عبدالرشید انصاری نے مزید کہا کہ حکیم الامت حضرت علامہ اقبال رح کے فرزند جناب جسٹس جاوید اقبال نے حال ہی میں اس تاریخی حقیقت کو آشکارا کیا ہے کہ بالاکوٹ کی عظیم تحریک جہاد کے رہنماؤں حضرت سید احمد شہید رح اور مولانا شاہ اسماعیل شہید رح نے صوبہ سرحد کو اپنی تحریک کا مرکز اس لئے بنایا تھا کہ اس کے پڑوس میں پہلے سے سندھ اور بلوچستان میں مسلمان برسر اقتدار تھے، وہ سرحد کے بعد پنجاب میں بھی مسلم اقتدار بحال کر کے چاروں صوبوں کو متحدہ اسلامی علاقہ اور ایک مضبوط حکومت بنانا چاہتے تھے موجودہ پاکستان شہدائے بالاکوٹ ہی کے پروگرام کی تکمیل اور ان کے پاک، خوابوں کی حسین تعبیر ہے۔ شہیدوں کے خون کے احترام کا تقاضا ہے کہ پاکستان کو دنیا بھر کے مسلمانوں کے حقوق اور عظمتوں کا محافظ اور اسلام کا قلعہ بنا دیا جائے۔ پاکستان کی بقاء و سلامتی کا انحصار قرآن و سنت کے عادلانہ اسلامی نظام حیات کے نفاذ پر ہے آج تک جن عناصر نے اسلامی نظام کی مخالفت کی اور اسلامی احکام کے نفاذ میں

نکالو ظمیں پیدا کرنے کا کسی بھی حوالہ سے موقف اختیار کیا ہے وہ شہداء کے مقدس لہو سے غداری کا ارتکاب کر رہے ہیں۔

مولانا انصاری نے قومی ذرائع ابلاغ کے ارباب بست و کشاد پر زور دیا کہ وہ نوجوان نسل کو غیر ملکی فلمیں اور ڈرامے دکھانے کی بجائے بالاکوٹ کی تحریک جہاد ایسی ملّی تحریکوں اور اسلامی مفکرین کی جدوجہد سے روشناس کرائیں۔

مولانا عبدالرشید انصاری نے اسس امر پر افسوس کا اظہار کیا کہ اس وقت فرقہ واریت کے تعصبات ملّی رہنماؤں اور قومی محسنوں کی عظمتوں اور گرانمایہ قربانیوں کو فراموش کرنے پر منتج ہو رہے ہیں۔ انہوں نے کہا پاکستان کسی ایک گروہ یا فرقے کا نہیں بلکہ یہاں بسنے والے تمام مسلمانوں کی وہ مشترکہ میراث ہے جو انہیں اپنے عظیم اکابر کی قربانیوں کے صلہ میں ملی ہے۔

مولانا انصاری نے آخر میں کہا ریاکاری اور خود پرستی کے فتنوں سے بچنے کا بہترین طریقہ یہی ہے کہ شہدائے بالاکوٹ جیسے خدا پرست اہل اللہ اور مردان راہ خدا کی زندگیوں کو مشعل راہ بنا لیا جائے۔

عزتِ زن کی ضامن ہے یہ پردہ لاریب

بنتِ ملّت کو نہ بے پردہ پھرائے کوئی
دین اسلام پہ چرکا نہ لگائے کوئی

خود جو پھرتی ہو نقاب اپنا اٹھائے کوئی
اس کو فتنوں سے بھلا کیسے بچائے کوئی

لاتبرّجن[1] سے واضح ہے مقامِ پردہ
رسمِ فرسودہ نہ پردے کو بتائے کوئی

سامنے معنیٔ عورت ہوں اگر عورت کے
غیر محرم کے نہ پھر سامنے آئے کوئی

بے حجابی سے شرافت کا گلا کٹتا ہے
بے حجابی کو گلے سے نہ لگائے کوئی

چار دیواری و چادر میں ہے عورت کا وقار
کسی صورت نہ وقار اپنا گنوائے کوئی

خود نمائی پہ جو لاکھوں ہیں بصد مستورات
لفظ مستور کا مفہوم بتائے کوئی

عزتِ زن کی ضمانت ہے یہ پردہ لاریب
کبھی پردے کا تمسخر نہ اڑائے کوئی

صاف آجائے گا پھر سامنے عورت کا مقام
حکمِ قرآں جو سُنے اور سنائے کوئی

ہے ہر اک کے لئے حدِ شریعت عاجز
اس سے آگے نہ قدم اپنا بڑھائے کوئی

★

عبدالرحمن عاجز
مالیر کوٹلوی

---

[1] وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُوْلٰى وَأَقِمْنَ الصَّلٰوةَ وَاٰتِيْنَ الزَّكٰوةَ وَأَطِعْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ (الاحزاب ۳۳) اور اپنے گھروں میں وقار سے رہیں اور جاہلیت قدیم کی طرح خود نمائی نہ کرتی پھریں (گھروں سے بے پردہ باہر نہ نکلیں) اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں۔ اور اللہ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کریں (یہی کامیابی کا راستہ ہے)

عیدِ قرباں

بزمِ ہستی میں ہوئی پھر عید قرباں جلوہ گر
پھر ہوئیں دیدارِ یزدانی سے آنکھیں بہرہ ور

ہے تپش آمادہ سینہ میں دلِ ناکام پھر!
یاد آئے ضیغمانِ بیشۂ اسلام پھر

لگے آنکھوں میں پھرنے بام و دیوارِ حرم
زیبِ قصرِ دل ہوئی پھر یادِ معمارِ حرم

پھر منوّر ہے جہاں عکسِ جمالِ ماہ سے
پھر معطّر ہے چمن بوئے خلیلؑ اللہ سے

پھر تماشا دیدۂ تر میں ہے رودِ نیل کا
پھر زباں پر ذکر ہے ایثارِ اسماعیلؑ کا

اے مسلماں اے شہیدِ خوابِ راحت ہوشیار
اے غضنفر اے رہینِ دشتِ غفلت ہوشیار

اے کہ تیرے جامِ دل میں ہے شرابِ زندگی
آسماں پر ہے طلوعِ آفتابِ زندگی

عید قرباں آہ آئی ہے جگانے کے لیے
از سرِ نو اپنا دیوانہ بنانے کے لیے

○